Postal Regd.No.LW/NP/63/2003to2005

SEP. 2005

Vol. No. 4 - Issue No 20

Fortnightly

تعمیرِ حیات لکھنؤ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

R.N.I. No-UPURD/2001/6071

ندوہ مہمان خانہ (0522) 2740151

دفتر اہتمام 2741272

رابطہ ادب اسلامی (فیکس) 2741221

مجلس صحافت ونشریات 2741834

وقت بہت کم ہے اور ہر سانس جو چلی جارہی ہے قیمتی ہے، جو گذر گئی پھر واپس نہ ہوگی۔

(شیخ محی الدین ابن عربی)

خیرے کن اے برادر وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(اے بھائی، کچھ نیکیاں کرلے اور اپنی زندگی کو غنیمت جان
اس سے پہلے کہ یہ اعلان کیا جارہا ہو کہ فلاں شخص دنیا میں نہیں رہا۔)

(شیخ سعدیؒ)

اداریہ :

تباہ کن آلات سے تعمیر ممکن نہیں ہے

از : ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء

Rs 7/-

Mobile : 09415786548 Shop : 0522-2274506 Phone : 0522-2616731 (R)

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثنا جویلرس

Sana Jewellers

۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Resi : 2226177
Akbari Gate : 2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۵۰ سالہ دیرینہ نام

Shop : 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow - 18

Ph : (0522) 2266824
Abdullah Malik 2252789
Managing Director Off. 2240999

S. ABDUL MALIK & SONS

ایس. عبدالملک اینڈ سنس

Specialist in :
Indian Attars & Synthetics Essential Oils

253/28, Nadan Mahal Road, Nakhas, Lucknow U.P. India
Website : malikattars.com
E-mail : shamamahouse@rediffmail.com

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain
on behalf of Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Parekh Offset Printing Press, Tagore Marg, Lko. Ph : 0522-3943484

رمضان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ضرورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان المعظم کے آتے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، اس مہینہ میں عبادات کا خاصا اہتمام فرماتے تھے، خصوصاً نصف شعبان کے بعد مزید اہتمام فرماتے تھے، یہ مہینہ دراصل رمضان المبارک کے لئے اپنے کو تیار کرنے کا مہینہ ہے اگر ہم اس مہینے میں اپنے اندر تبدیلی لائیں گے، اور اپنے حالات کو بدلیں گے تبھی رمضان کا حق کسی حد تک ادا کرسکیں گے، اور اگر اس مہینے میں ہر سال کی طرح غفلت میں پڑے رہیں گے، اور اپنے اعمال میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں لائیں گے، اور دنیا کے مشاغل میں لگے رہیں گے تو ہمارا حال رمضان میں بھی ایسا ہی رہے گا، روزے رکھ لئے نماز پڑھی اور ایک بوجھ سمجھ کر دینی اعمال کسی نہ کسی طرح ادا کرلئے، اور عید کا انتظار کرتے ہوئے پورا مہینہ گزار دیا، جیسے خالی تھے ویسے ہی خالی رہ گئے رمضان کی برکتوں کا کچھ حصہ بھی حاصل نہ کرسکے، کتنے افسوس اور قلق کی بات ہوگی۔

صحابہ کرامؓ تو مہینوں پہلے سے رمضان المبارک کا انتظار شروع کردیتے تھے اور جیسے جیسے رمضان قریب آتا تھا، ان کا ذوق وشوق تیز سے تیز تر ہوتا جاتا تھا، اور وہ رمضان کو اللہ کی ایسی عظیم نعمت سمجھتے تھے جو قسمت والوں کو ملتی ہے، ملنے کا مطلب یہی ہے کہ رمضان کے ایک ایک لمحے کو اللہ کی رحمت سمجھ کر وصول کیا جائے، اور اس میں کوتاہی اور غفلت سے کام نہ لیا جائے اور رمضان المبارک کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ اور طریقے کو سامنے رکھنا چاہئے اور اس کی نقل کرنا چاہئے۔ انشاء اللہ اس نقل میں بھی اگر ہماری نیت صحیح ہے تو اصل بن جائے گی اور ہمارا شمار بھی اللہ کے ان بندوں میں ہونے لگے گا جن کو اللہ کی رحمت اس ماہ مبارک میں ڈھانپ لیتی ہے، اور جن پر اللہ کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(جناب مولانا سید حمزہ حسنی مدظلہ العالی)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

جلد نمبر ۴۲ | ۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء مطابق شعبان ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر ۲۱

زیر سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی
معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین
معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی غازیپوی

زر تعاون
سالانہ ۱۵۰/- روپے
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۳۵/- ڈالر
فی شمارہ ۷/- روپے

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayat
Post Box No. 93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007
(0522) 2740151: مجلس ادارت 2741834 مہمان خانہ:

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیا آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرائے دفتر تعمیر حیات مجلس ادارت واشاعت ٹیگور مارگ بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

واقعیت پسندی کی اثر خیزی	امین الدین شجاع الدین	۲

اداریہ

تباہ کن آلات سے تعمیر ممکن نہیں ہے	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی	۳

حمد ومناجات/نعت رسول

اللہ	جناب قمر سنبھلی	۴
نعت رسول مقبول ﷺ	حضرت خواجہ عثمان ہارونی	۴

مضامین ومقالات/استقبال رمضان

پھول کچھ میں نے چنے	امین شجاع	۵
روزہ کا سب سے بڑا معنوی مقصد	علامہ سید سلیمان ندوی	۷
زکوۃ کا اسلامی نظام	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۱۰
اعتکاف، لیلۃ القدر		۱۳
داخلہ جنت کی دوسری ضمانت روزہ ہے	جناب مولانا محمد حنیف ملی	۱۴
آپ کی الجھنیں، آپ کے مسائل	مفتی محمد زید مظاہری	۱۶
اسلامی جنگوں کی حقیقی تصویر	حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی	۱۹
بے دینی سے دین بیزاری پیدا ہوتی ہے	مجالس الشیخین	۲۱
اقبال کا بچپن	منظور انوار قریشی	۲۲
اسپین میں مسلمانوں کی آخری یادگار	راہی صحرائی	۲۵
السلام علیکم	منظور عالم نذر	۲۷
دور جدید میں پردہ اور خواتین	حسن نور	۲۹
حضرت داتا گنج بخش کے زریں اقوال	ماخوذ	۳۰

متفرقات

حضرت ناظم صاحب مدظلہ کی بھتیجی کا سانحہ ارتحال	ادارہ	۲۱
۱۳ شعبان کی ندوہ کی ایک شام	ادارہ	۳۰
فہرست سفرائے دارالعلوم	ادارہ	۳۱

آخری صفحہ

سیدہ زینب الغزالی	امین الدین شجاع الدین	۳۲

امین الدین شجاع الدین

واقعیت پسندی کی اثر خیزی

اعتراف حقیقت بھی بڑے ظرف وحوصلہ کی بات ہے، جذباتیت کبھی انسان کی ضرورت ومجبوری بن جاتی ہے، اور اس رو میں انسان نہ صرف بہہ جاتا ہے بلکہ قیادت کی صلاحیت کی بنا پر ہزار ہا ہزار انسانوں کو بہا بھی لیجاتا ہے، یہ رو کبھی موج بلا بھی بن جاتی ہے اور ان گنت وبے گناہ انسانوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے بدقسمتی سے ہمارے مادر وطن میں مذہبی جذبات اکثر وبیشتر جنون کی شکل اختیار کر گئے اور یہ سب یا تو اقتدار کے لئے ہوا یا کبھی اقتدار کے نشہ میں چور ہو کر کیا گیا یا پھر کسی خاص مقصد برآوری کے لئے نفرت کی وہ آندھی چلائی گئی جس نے انسانی بستیوں کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ مذکورہ منفی جذباتیت یا مذہبی جنون کی بنیاد ہی نفرت وعداوت اور مخاصمت پر ہے اور اس کے پس پشت اقتدار کا وہ حصول بھی ہے کہ جس کے لئے اصولوں کی ڈھائی دینے والوں کو عارضی طور پر ہی سہی اپنے اقدار واہداف کو ٹھنڈے بستہ میں ڈالنے پر رضامند ہو جانے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتا۔

لیکن انسان کی زندگی میں کبھی ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب اس کو منفی جذباتیت کی بجائے واقعیت پسندی اور مفروضہ کی بجائے حقیقت پسندی کا احساس ہونے لگتا ہے، وہ نقشوں کو جانچتا بھی ہے اور لوگوں سے مل کر دیکھتا بھی ہے تو پھر یا تو اس کے اندر کا انسان جاگ اٹھتا ہے یا تعصب کی آنچ اور نفرت کا زہر کم ہونے لگتا ہے اور وہ تعصب وعصبیت کی عینک ہٹا کر حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ ضمیر کی آواز کو زیادہ دنوں تک دبایا نہیں جاسکتا اس کی ایک مثال ہمارے اپنے وطن کی ہے اس ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت یہاں مظلوم رہی، اس کی پسماندگی کی تدابیر کی جاتی رہیں، اس کی کسی عالی دماغ قیادت کو ابھرنے نہیں دیا گیا اور ستم یہ کہ ملت قسطوں میں خاک وخون میں لت پت کی جاتی رہی، ملک وملت دونوں کا درد رکھنے والوں نے پورے سوز واخلاص سے متوجہ کیا کہ ملک کی سب سے بڑی دوسری اکثریت کو نظر انداز کرنا اور اس کو توانائیوں اور صلاحیتوں سے یا تو منصوبہ بند طریقہ سے محروم رکھنا یا پھر مادر وطن کے لئے ان کی قابلیت سے فائدہ نہ اٹھانا خود اس ملک کی محرومی اور خسارہ کی بات ہے لیکن نشہ کئی ایک چیزوں کا ہوتا ہے اقتدار کا نشہ! اکثریت میں ہونے کا نشہ! چنانچہ مذکورہ بالا حقیقت کی بجائے دوسرا فلسفہ پیش کیا گیا کہ اکثریت کو راضی اور خوش رکھے بغیر کوئی اقلیت سکون سے نہیں رہ سکتی لیکن حقائق وواقعات کی دنیا میں یہ فلسفہ ناکام ثابت ہوا۔ اور ثانی الذکر فلسفہ نے اقتدار کی سیڑھیوں سے راج پاٹ تک پہونچنا بھی دشوار کر دیا، اس ناکامی ومحرومی نے بھی احساس دلایا کہ نفرت، مذہبی جذباتیت، مذہب کی بنیاد پر تعصب اور تصادم کی پالیسی اپنانے سے ملک کی دوسری بڑی اکثریت کا اگر نقصان ہوتا ہے تو اکثریت بھی اس کی وجہ سے خسارہ میں رہتی ہے نفرت کی آگ تیزی سے پھیلتی ضرور ہے لیکن جب اپنی انتہا کو پہونچ جاتی ہے تو اس کا بجھ جانا بھی یقینی ہوتا ہے۔ محبت کا بیج اپنے برگ وبار لانے کے لئے وقت طلب اور فضا کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے وقت طلب بھی ہوتا ہے لیکن قدرت نے انسانی فطرت میں اسے شامل بھی تو کیا ہے اس لئے دیر سویر یہ اپنا اثر دکھاتی ضرور ہے اور محبت کا رفرمانہ بھی ہو تو حقائق کی تلخی اور سچائی کی کڑواہٹ کا اظہار کسی نہ کسی مرحلہ پر ناگزیر ہو ہی جاتا ہے اور پھر دل تو قادر مطلق کی انگلیوں کے بیچ ہے وہ کسی کے دل میں سچائی کا بیج بودے اور اس کی زبان سچ کی ترجمان بن جائے تو کون سی طاقت ہے جو نعوذ باللہ اسے اس سے باز رکھ سکے، جب اس نے تاتاریوں کی شکل میں صنم خانہ سے کعبہ کو پاسباں فراہم کر دینے کی اپنی قدرت دکھائی تو اگر وہ کسی کے دل میں سچائی کی جوت جگادے اور اسے حقائق کے ادراک وشعور کے اظہار کی برملا توفیق بخش دے تو اس میں حیرت واستعجاب کی کیا بات اور اس کی قدرت کاملہ سے کیا بعید!! نہ تو ہمیں کوئی خوش فہمی ہے نہ خوشی بلکہ انسانی فطرت کے اس خاصہ کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ صداقت وحقیقت وہ قوت ہے جو عمر بھر اس کا انکار کرنے والوں سے بھی ایک نہ ایک دن اس کا اعتراف کرواہی لیتی ہے چاہے وہ محبت کی شیرینی کی وجہ سے ہو یا سچ کی کڑواہٹ کی بدولت!!! اسلام کی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے، واقعیت پسندی سچائی کا وہ سرچشمہ ہے جو دیر سویر ابلتا ضرور ہے اور کثافتوں اور کدورتوں کو دھل کر رکھ دیتا ہے الا یہ کہ دلوں پر مہر نہ لگ گئی ہو! ☆☆☆

تباہ کن آلات سے تعمیر ممکن نہیں ہے

(حضرت مولانا) عبداللہ عباس ندوی

امریکہ کے ایک اسٹیٹ "نیو اورلینڈ" میں گزشتہ ماہ ایک سخت طوفان آیا، طوفان کے ساتھ بارش ہوئی، سیلاب آگیا جس نے پورے علاقے کو برباد کر دیا، یہاں زیادہ تر "کالے" بستے تھے جو تعلیمی لحاظ سے پسماندہ رکھے گئے ہیں، جرائم پیشگی میں ان کی اٹھان ہوئی، حکومت سے گزارہ پاتے ہیں، شراب خانوں اور ناچ گھروں میں ہر ہفتہ پینشن کا چیک جمع کراتے ہیں، یہ لوگ پیدائشی متعہور اور مظلوم ہیں، بدنام اور تباہ حال پشتوں سے چلے آرہے ہیں، ان پر یہ مصیبت آگئی جس کے شکار کئی ہزار افراد ہو گئے، حکومت امریکہ جو دوسرے ممالک کو تباہ کرنے پر کروڑوں اربوں ڈالر خرچ کرتی ہے اس کو کیا کہی، مگر چھوٹے چھوٹے غریب اور مقروض ممالک نے بھی اپنی تجوریاں کھول دی ہیں، ادھر مشرقی ممالک میں آئے دن آسمانی اور زمینی آفات آیا کرتی ہیں کہیں سیلاب اور کہیں زلزلہ، بنگلہ دیش میں تو ہر سال دو سال پر ایک طوفان اور خونی برسات سے عوام کو سابقہ پڑتا ہے۔

ایک عرصہ ہوا غالباً اسی دہے میں کلکتہ (کولکاتا) میں مسلم کش لہر اٹھی جس کو فسادات سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہگلی کے کنارے کئی ہزار لاشیں نرکوں میں لاکر پھینک دی گئی تھیں جن میں کچھ سانس لیتے ہوئے زندہ افراد بھی تھے، اس وقت (مجھے یاد ہے) کسی امریکن نے تبصرہ کیا تھا کہ اگر ان ہزاروں متقولین کے درمیان ایک امریکن بھی ہوتا تو دنیا کے تمام اخبارات کی شہ سرخی یہی خبر ہوتی، آج اس کی تصدیق ہو رہی ہے، اس سلسلہ میں کئی باتیں نوٹ کرنے کے لائق ہیں، ایک تو صدر حکومت کا یہ کہنا کہ "ہماری تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ پیش آیا ہے" جبکہ امریکہ کے طول وعرض کو دیکھتے ہوئے زمین سے فضا تک کی حکمرانی فلک بوس عمارتیں، زمین دوز کارخانے، سب کا تصور کیجئے تو ایسا محسوس ہوگا کہ ایک ہاتھی کے جسم پر سوئی کی نوک چبھ گئی ہے، دوسری بات دیکھنے والوں نے دیکھی اخبار والوں نے چھاپا اس عالم میں جبکہ اپنے جیسے انسان، قومی ہیکل، بھاری بھرکم جسم وجان رکھنے والے مر رہے تھے تو بجائے اس کے کہ ان کی پھٹی پھٹی آنکھیں اور سکتے ہوئے جسم کو دیکھ کر کوئی رحم کرتا، ان کے گھروں کو لوٹنے والے گروہ در گروہ پہونچ رہے تھے، اور سیلابی علاقوں سے کشتیوں پر ان کے سامان لوٹ کر اسی قوم کے افراد لے جا رہے تھے یاد رکھئے یہی وہ امریکن ہیں جو لوٹ رہے ہیں، اور یہی دنیا کے امن پسند تمدن کے معلم اور جمہوریت پسند قوم کے افراد ہیں آج ان کی امن پسندی کا منظر کوئی امریکہ کے علاقے "اوورلینڈ" میں جا کر دیکھے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کوئی ٹکنالوجی، بر، بحر پر حکمرانی کا دعویٰ، فضا اور خلا، پر انسانی سطوت وجبروت کا غرور کچھ کام نہیں آیا، ایک طوفان کا منھ نہیں موڑ سکا، سمندر کی لہروں اور اس کے دھاروں کا رخ نہیں پھیر سکا، معلوم یہ ہوا کہ ساری ٹکنالوجی تخریب وتباہ کاری کے کام آتی ہے، آنے والے حوادث کو روکنے اور انسان کو مصائب سے بچانے کے لئے کام نہیں آتی، یہ ٹکنالوجی آگ لگا سکتی ہے آگ بجھا نہیں سکتی۔

آج دنیا کو تباہ کرنے والے کے جسم پر صرف ایک سوئی چبھی ہے، قدرت کا انتقام ابھی شروع نہیں ہوا، جب اس کے قلب ودماغ پر بتول نظیر اکبر آبادی: ع

قزاق اجل کا رستے میں جب بھالا مار گرائے گا

اس وقت سب سن لیں گے۔

﴿یومئذ تحدث أخبارها بأن ربك أوحى لها﴾ (الزلزال: ۴-۵)

اس روز اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی، اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔

کاوہ واقعہ پیش آئے گا جس کو دنیا واہمہ سمجھ رہی ہے اس وقت معلوم ہوگا کہ سیلاب کس کو کہتے ہیں اور زلزلہ کیا چیز ہے، آج جب بس مصائب سے کراہتی ہوئی دنیا اور خاص طور سے عالم اسلام کا ایک ایک فرد اس ساعت کا منتظر ہے اور اہل ایمان جانتے ہیں

﴿ان موعدهم الصبح، أليس الصبح بقريب﴾ (ہود: ۸۱)

ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

مناجات

اللہ

جناب قمر بنجمی

قمر کو چاہیے بس اک ترا کرم اللہ !
کہ اس کی نظروں میں ہے منزلِ حرم اللہ
ملے بس اذن حضوری گناہگار کو اب
کہ ہو ہی جائیں گے اسباب بھی بہم اللہ
پہنچ کے منزل مقصود پر ہی چین آئے
ہٹیں نہ پیچھے مرے بڑھ کے اب قدم اللہ
ملے مجھے بھی یہ توفیق فضل سے تیرے
در حضور ؐ بھی پہونچوں بچشم نم اللہ
تو کارساز ہے ، تجھ پر یقین ہے میرا
نہیں ہے راہ کی دشواریوں کا غم اللہ
بہت طویل ہے لاریب میری فردِ خطا
مگر ہے اس سے زیادہ ترا کرم اللہ
سدا پڑا رہے پردا مرے گناہوں پر
بنا رہے مرا دارین میں بھرم اللہ
کبھی جھکے نہ کہیں اور میری پیشانی
ہو جب بھی خم ، تو ہو تیرے ہی در پہ خم اللہ
عطا ہو در سے ترے جو بھی شکر اس پہ کروں
نہ آئے لب پہ کبھی ذکر بیش و کم اللہ
جو تیری حمد لکھے یا ترے حبیب ؐ کی نعت
بس ایک ایسا عطا ہو مجھے قلم اللہ
تری صفات سے پر ہو مرا صحیفۂ شعر
ورق ورق پہ ترا نام ہو رقم اللہ
شجر حجر سبھی مشغول ہیں ثنا میں تری
طیور پڑھتے ہیں تسبیح صبح دم اللہ
عطا ہو پھر ہمیں پہلی سی وہ سرفرازی
بہت ہیں خوار زمانے میں آج ہم اللہ

نعت رسول مقبول ﷺ

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیداری رقصم
مگر نازم باایں ذوق کہ پیش یاری رقصم
تو آں قاتل کہ از بہر تماشا خونِ من ریزی
من آں بسمل کہ زیر خنجر خونخواری رقصم
بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازاری رقصم
خوشا رندی کے پامالش کند صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من بہ جبہ و دستاری رقصم
منم عثمانِ ہارونی کہ یار شیخ منصورم
ملامت می کند خلق و من برادری رقصم

حضرت خواجہ عثمان ہارونی

□□□

ایڈیٹر کے قلم سے

پھول کچھ میں نے چنے

الحمدللہ ۲۵ ستمبر کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہم شکر گذار ہیں اپنے محسن ومربی حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی کے کہ باوجود اپنی علالت اور اسی سلسلہ میں سفر جرمن کی مشغولیتوں کے ،موصوف نے ہماری درخواست پر چند گھنٹوں میں ہی مکہ مکرمہ سے اداریہ ارسال فرمایا امریکہ میں آئے طوفان پر مولانائے محترم نے بجا طور پر تحریر فرمایا ہے کہ آج دنیا کو تباہ کرنے والے کے جسم پر ایک سوئی چبھی ہے، قدرت کا انتقام ابھی شروع نہیں ہوا۔

اس شمارے میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی ایک فارسی نعت شامل ہے جو دراصل ہمارے مربی پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب کا حسن انتخاب ہے، پروفیسر صاحب موصوف کو اللہ نے فارسی کا نہایت اعلیٰ و پاکیزہ ذوق بخشا ہے اور یہ ذوق کثرت مطالعہ کی بنا پر اتنا غالب نظر آتا ہے کہ وہ اردو شاعری میں بس غالب کے غلبہ اور اس کی عظمت کے تو قائل ہیں لیکن ذکر کرنا اور سننا فارسی شعراء کا ہی پسند کرتے ہیں افسوس کہ ہم نے حتیٰ کہ مدارس نے بھی خود پر فارسی کے دروازے از خود بند کر لئے ہیں اور نئی نسل فارسی سے اتنی ہی نابلد اور بیگانہ ہے جس طرح اسلاف کے اقدار و کردار سے دور دور تک انہیں کوئی واسطہ نہیں دکھائی دیتا یہ تو اخلاقی لحاظ سے سخت خسارہ کی بات ہے جس کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے لیکن فارسی سے بے نیازی و بے اعتنائی علم کے ایک عظیم سرمایہ سے محرومی اور اپنی عظمت رفتہ سے بے حسی کا سانحہ ہے۔

تعمیر حیات میں وقتاً فوقتاً فارسی شعراء کے کلام کی اشاعت اسی احساس کو زندہ کرنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف جس احساس زیاں کی طرف متوجہ کرتے ہیں ، خدا کرے کہ اس سے ہم میں احساس عمل بھی بیدار ہو۔

گذشتہ شمارہ میں ہم نے علامہ شبلی نعمانی کے دسترخوان سے خوشہ چینی کی تھی اور اس بار ہم نے علامہ سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جلد پنجم سے ایک باب کا انتخاب کیا ہے جس میں روزے کے ماحصل اور اصل مقصد تقویٰ کے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے دراصل تقویٰ ہی مقصود و مطلوب ہے اور یہی وہ سرمایہ ہے جو دنیا کی ضرورتوں میں بھی ہمارے لئے قندیل وسہارا ہے اور آخرت کا بھی توشہ وذخیرہ ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا مضمون ''اسلامی نظام زکوٰۃ'' اس کی خصوصیات پر سیر حاصل بحث کرتا ہے اور یہ احساس دلاتا ہے کہ نظام زکوٰۃ کے صحیح طور پر رائج ہو جانے کی بدولت کون کون سے فوائد وثمرات امت کے ہاتھ لگیں گے، کن کن حکمتوں ونعمتوں سے اس کا دامن مالا مال ہوگا اور کتنے سارے مسائل حل ہو گئیں گے۔

رمضان المبارک کے اس موقعہ پر جس میں دعا و مناجات کی توفیق مل جاتی ہے، ہم نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا نقل کی ہے جو بتاتی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے حضور دعا کے سلسلہ میں عاجزی وانکساری اور التجا وفریاد کا کیسا انداز اور کیا عالم ہوتا تھا۔ ایک طرف صاحب قلم اس میں ادب کی چاشنی محسوس کریں گے تو دوسری طرف صاحب دل اس میں شان بندگی کی لذت وحلاوت اور اصل تو یہی ہے!!

جناب مولانا محمد حنیف ملی مرحوم کا ایک درس حدیث بھی اس شمارے کی زینت ہے مولانائے مرحوم ندوہ کی شوریٰ کے رکن رہے اور اللہ رب العزت نے ان کو نہ صرف حدیث پاک کی خدمت وتدریس کی سعادت بخشی بلکہ ادب کا ذوق بھی دیا تھا۔ ایک ملاقات میں انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مدارس کو اپنے نصاب میں ادب اردو کو بھی جگہ دینی چاہیے ۔ بہر حال رمضان المبارک سے متعلق ان کے قلم سے درس حدیث انشاء اللہ توجہ واعتناء کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

اسلام پر حملوں کا جو سلسلہ جاری ہے اس کے چند برسوں کی تاریخ میں بہت ساری اصطلاحات وضع کی جاتی رہی ہیں جن میں بنیاد پرست، انتہا پسند اور دہشت گرد جیسی اصطلاحات عام ہیں اور ہمیشہ کی طرح جہاد کو بھی مذموم ثابت کرنے کی عیارانہ کوششیں ہو رہی ہیں تاکہ مسلمانوں کی تصویر اور اسلام کی شبیہ کو عوام کے سامنے مسخ کرنے کا کام ہو سکے افسوس اس بات کا ہے کہ جہاد کے لفظ کو زبان پر لانے میں اب عوام تو عوام خواص بھی کچھ تامل محسوس کرنے لگے ہیں ، یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے اور ضرورت ہے کہ اس فکری دہشت گردی کے مقابلہ میں اسلام کی صحیح اور سچی تصویر اور خصوصاً جہاد کا حقیقی تصور پیش کیا جائے۔ اس شمارہ میں

مولانا مناظر احسن گیلانی کا مضمون شامل ہے جو ثابت کرتا ہے کہ اسلامی جنگوں میں مقتولین کی تعداد پانچ چھ سو سے زائد نہیں۔

مجالس النشین سے حضرت معنوی کی زبانی ایک عام فہم اور دلنشیں قصہ نقل ہے جو مسلمانوں کو دعوت فکر دیتا ہے کہ ان کی اپنی بے دینی اشاعت اسلام کی راہ میں کتنی بڑی رکاوٹ بن رہی ہے۔

اقبال ان چند ایک اقبال مند شعراء میں سے ہیں جن کے افکار ہی نہیں بلکہ سیرت وسوانح پر بھی ایک لائبریری تیار ہوگئی ہے۔ اس شمارہ میں ہم نے علامہ اقبال کے بچپن کی کہانی ان کے ایک ساتھی کی زبانی سنائی ہے جو نہایت دلچسپ بھی ہے اور علامہ کو اقبال مند ہونے کی صلاحیتوں کے ودیعت کئے جانے کا پتہ دیتی ہے۔

اپریل کی تاریخ پر ہی اگر آج کا مسلمان غور وفکر کرلے تو اس سے ایک طرف اپنے زوال کے اسباب کا ادراک پیدا ہو اور امت کا شعور جاگے لیکن افسوس کہ تاریخ امت سے ہماری بے توجہی و بے اعتنائی عظمت رفتہ سے اپنے رشتہ کو منقطع کرنے کا مترادف ہے" اپریل میں مسلمانوں کی عظمت کی آخری یادگار" کے نام سے شامل مضمون شاید سماکت لہروں میں ایک کنکری پھینکنے کے مانند ثابت ہوسکے اور ان لہروں میں کچھ ارتعاش پیدا کرسکے۔

حضرت داتا گنج بخش کے زریں اقوال نہ صرف دل ودماغ میں بسانے کے ہیں بلکہ زندگی میں اتار لینے سے تعلق رکھتے ہیں جس دن ایسے اقوال ہمارے اعمال بن جائیں گے تو ان شاء اللہ ملت کے ہاتھ سے کشکول گدائی چھوٹ جائے گا۔

ماہ اگست میں اسلامی دنیا کی دو عظیم شخصیتیں ہم سے رخصت ہوگئیں ایک تو احمد دیدات مرحوم اور دوسری شخصیت سیدہ زینب الغزالی۔ آخری صفحہ پر آپ سیدہ زینب الغزالی کی جیسی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بیقرار ہستی پر عقیدت کے پھولوں کو نچھاور ہوتے دیکھیں گے اصل تو یہ ہے کہ انکی فکر کی خوشبو کو دل ودماغ میں رچا بسا لیا جائے افسوس کہ پرانے بادہ کش اٹھتے جارہے ہیں لیکن اطمینان اس بات کا ہے کہ دین اللہ کا ہے وہی اس کی کشتی کا کیون بار ہے وہ قادر مطلق ہے اور وہی اپنے کام کے لئے میدان کار کو کھڑا کرتا رہے گا۔

رئیس التحریر کی میز کے کالم سے راقم آثم نے یہ بتانا چاہا ہے کہ صداقت وحقیقت اور واقعیت پسندی دیر سویر اپنے مخالفین سے بھی سچ کا اعتراف کرواہی لیتی ہے اس لئے حالات چاہے جس قدر مایوس کن ہوں، امید کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

اس شمارہ سے ہم نے ایک نیا کالم" آپ کی الجھنیں آپ کے مسائل شروع کیا ہے زندگی کے نشیب وفراز اور اس کی دھوپ چھاؤں سے ہر ایک کو واسطہ ہے ان مسائل کی نوعیت فقہی بھی ہے، انفرادی بھی، اجتماعی بھی، سماجی بھی قارئین سے گذارش ہے کہ وہ مختلف نوعیت کے اپنے سوالات اور اشکالات اور مسائل لکھ بھیجیں ہم اپنے علماء، صلحاء، فقہاء اور دانشوروں کو زحمت دیں گے کہ وہ اپنی علمی بصیرت اور عملی تجربات کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کریں۔ اللہ کرے یہ کالم عند اللہ بھی اور عند الناس بھی مقبول ہو۔

ہمیں اعتراف ہے کہ ہم تعمیر حیات کو حالات حاضرہ سے ہم آہنگ نہیں کرسکے لیکن ہماری راہ میں بڑی دشواریاں ہیں، قدم قدم بلائیں ہیں، پندرہ روزہ پرچہ میں دن ہی کتنے ملتے ہیں کہ مضامین کا انتخاب ان کی کمپوزنگ پروف ریڈنگ جیسے بہت سارے کام تدریجی مشغولیتوں کے ساتھ انجام دے جاسکیں جب کہ حال یہ ہے کہ

خود کو زہ وخود کوزہ گر وگل کوزہ

امتحانات سالانہ کا دوسرا مرحلہ شروع ہو چکا ہے نتیجہ امتحان کی وجہ سے تعمیر حیات کی اشاعت کی یہ روایت رہی ہے کہ اس کے دو شمارے مشترکہ شائع ہوں ارباب حل وعقد سے مشورہ کے بعد جلد ہی کسی نتیجہ پر ادارہ پہونچ جائے گا۔

خانوادۂ حسنی کے ہاں گذشتہ دنوں ایک سانحہ پیش آیا اور حضرت مولانا محمد ثانی حسنی کی صاحبزادی انتقال کرگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ رب العزت پسماندگان کو صبر دے خصوصا ہمارے معاون مدیر جناب مولانا محمود حسن صاحب حسنی کو کہ والدہ کے سایہ سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے ہم رمضان المبارک سے متعلق کچھ ناگزیر مضامین شامل اشاعت نہیں کرسکے، ایک رواج ہمارے معاشرہ میں افطار پارٹیوں کا چل پڑا ہے جس میں افطار کی عظمت وتقدس اور روح پامال ہوتی دکھائی دیتی ہے، یہ پارٹیاں سیاسی نوعیت کی ہوگئی ہیں کاش کہ روزہ جیسی مقدس عبادت کو سیاسی آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک رکھا جاتا۔ خدا توفیق دے کہ اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔ والسلام

آپ کا بھائی
امین شجاع

روزہ کا سب سے بڑا معنوی مقصد
تقویٰ

علامہ سید سلیمان ندوی

روزہ کا سب سے بڑا معنوی مقصد تقوی اور دل کی پرہیز گاری اور صفائی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فرمایا گیا:

﴿یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (بقرۃ ۲:۱۸۳)" اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا، تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو"۔

۱- "تقویٰ" دل کی اس کیفیت کا نام ہے، جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجھک معلوم ہونے لگتی اور نیک باتوں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے اور روزہ کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر یہی کیفیت پیدا ہو، بات یہ ہے کہ انسانوں کے دلوں میں گناہوں کے اکثر جذبات بہیمی قوت کی افراط سے پیدا ہوتے ہے، روزہ انسان کے ان جذبات کی شدت کو کمزور کرتا ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کا علاج جو اپنی مالی مجبوریوں کے سبب نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، اور ساتھ ہی اپنے نفس پر بھی قابو نہیں رکھتے روزہ بتایا ہے، اور فرمایا کہ" روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے بہترین چیز ہے"۔

۲- اسلام کے مختلف احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی مشروعیت میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کا خاص اشارہ ہے کہ ۱۲ مہینوں میں ایک مہینہ ہر مسلمان کو اس طرح بسر کرنا چاہیے کہ دن رات میں ایک وقت کا کھانا کھائے، اور ہوسکے تو ایک وقت کا کھانا اپنے فاقہ زدہ محتاج اور غریب بھائیوں کو کھلادے، ان تمام احکام پر نظر ڈالئے جو فدیہ اور کفارہ سے متعلق ہیں تو معلوم ہوگا کہ ان مواقع میں روزہ کا بدل غریبوں کو کھانا کھلانا قرار دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ اور غریبوں کو کھانا کھلانا، یہ دونوں باہم ایک دوسرے کے قائم مقام ہیں، ایسے لوگ جو فطرتا کمزور اور دائم المرض یا بہت بڈھے ہیں اور جو بہ مشکل روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو روزہ کے بجائے حکم ہوتا ہے:

﴿وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین﴾ (بقرۃ ۲:۱۸۴)" اور جو لوگ مشکل سے روزہ رکھ سکتے ہوں، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں"۔

حج میں اگر کسی عذر یا بیماری کے سبب سے احرام سے پہلے سر منڈانا پڑے ﴿ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک﴾ (بقرۃ: ۲-۱۹۶)" تو روزہ یا خیرات یا قربانی فدیہ ہے"۔

جو لوگ حج اور عمرہ ایک احرام میں ادا کریں، جس کو تمتع کہتے ہیں، ان پر قربانی واجب ہے جو غریبوں ہی میں تقسیم کی جاتی ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو: ﴿فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم﴾ (بقرۃ: ۲-۱۹۶)" تو دس روزے رکھیں تین حج میں اور سات گھر آکر"۔

حج میں جانور کا شکار منع ہے، اگر کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے تو اس پر اسی جانور کے مثل کی قربانی لازم آتی ہے، جو مکہ لے جاکر ذبح کیا جائے اگر یہ نہ ہوسکے تو ﴿او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما﴾ (مائدہ: ۵-۸۹)" یا چند مسکینوں کا کھانا یا اسی کے برابر روزے"۔

اگر کوئی بالارادہ قسم کھا کر توڑ دے تو اس پر دس مسکینوں کا کھانا واجب ہے، یا ایک غلام کو آزاد کرنا اگر یہ نہ ہوسکے ﴿فصیام ثلاثۃ ایام﴾ (مائدہ: ۵-۸۹)" تو تین دن کے روزے"۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو محرمات سے تشبیہ دے کر اس کو اپنے اوپر حرام کرلے اور پھر اس کی طرف رغبت کرے، تو اس پر ایک غلام کا آزاد کرنا لازم ہے، لیکن اگر یہ اس کی قدرت میں نہ ہو: ﴿فصیام شھرین متتابعین﴾ (مجادلہ: ۵۸-۴)" تو دو مہینے متواتر روزہ"۔

اور یہ بھی ممکن نہ ہو ﴿فاطعام ستین مسکینا﴾ (مجادلہ: ۵۸-۴)" تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا"۔

ان احکام سے بہ خوبی ظاہر ہے کہ روزہ درحقیقت صدقہ وخیرات، غریبوں کے کھلانے بلکہ غلاموں کو آزاد کرنے کا قائم مقام ہے۔

۳- روزہ ہی امیروں اور پیٹ بھروں کو بتاتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک اور پیاس کی تکلیف ہوتی ہے، اور اسی وقت اس کو اپنے غریب اور فاقہ سے مرتے حال بھائیوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ چند لقموں سے ان کی تکلیف کو دور کرنا کتنا بڑا ثواب ہے، جو خود بھوکا نہ ہو، اس کو بھوک کی اور جو خود پیاسا نہ ہو اس کو پیاس کی تکلیف کا احساس کیوں کر ہوگا۔ بقول حافظ ان غم سوز جگر کے سمجھنے کے لئے پہلے سوختہ جگر ہونا ضروری ہے، روزہ اسی احساس کو زندہ اور ایثار ورحم اور

ہمدردی کے جذبہ کو پیدا کرتا ہے، چنانچہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ بعض صحابہ کہتے ہیں کہ رمضان میں آپ کی سخاوت "بادرواں" کی طرح ہوتی تھی، اور اسی کا اثر ہے کہ آج تک مسلمانوں کے یہاں اس مہینہ میں غریبوں اور فقیروں کی امداد واعانت کی جاتی ہے، اور ان کو شکم سیر کیا جاتا ہے۔

۴- انسان کو کتنا ہی نعمت وناز کے گودوں میں پلا ہو، اور مال ودولت سے مالا مال ہو، تاہم زمانہ کا انقلاب اور زندگی کی کشمکش اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو مشکلات کا عادی اور سختیوں کا خوگر بنائے، جہاد کے ہر متوقع میدان کے لئے بھوک اور پیاس کے تحمل اور صبر اور ضبط سے اپنے آپ کو آشنا رکھنے کی ضرورت ہے، یہی سبب ہے کہ مسلمان مجاہد اور سپاہی میدان جنگ میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کو جس طرح ہنسی خوشی برداشت کرتا ہے، دوسرا نہیں کرتا، یہ گویا ایک قسم کی جبری فوجی ورزش ہے، جو ہر مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ کرائی جاتی ہے، تاکہ وہ ہر قسم کے جسمانی مشکلات کے اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہے، اور دنیا کی کشمکش، جدوجہد، سختی ومحنت کا پوری طرح مقابلہ کر سکے، اسی لئے روزہ کو قرآن پاک نے بھی "صبر" کے لفظ سے بھی ادا کیا ہے، تاکہ اس سے روزہ کی یہ حقیقت بھی ظاہر ہو جائے۔

۵- جس طرح حد سے زیادہ فاقہ اور بھوک انسان کے جسم کو کمزور کر دیتی ہے اس سے کہیں زیادہ حد سے زیادہ کھانا انسان کے جسم کو مختلف امراض اور بیماریوں کا نشانہ بنا دیتا ہے، طب کے تجربے اور مشاہدے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا اس کی صحت کے لئے ضروری ہے مختلف بیماریوں کا یہ قطعی علاج ہے، طبی ہدایت ہے کہ کم از کم ہفتہ میں ایک وقت کھانا نہ کیا جائے، اسلام میں ہفتہ وار مسنون ومستحب روزے بھی ہیں، مگر اسی کے ساتھ سال میں ایک دفعہ جسمانی فضلہ کی تخفیف کے لئے فرضاً روزہ رکھنا نہایت نفع بخش ہے، جو مسلمان رمضان کے روزے رکھتے ہیں ان کو ذاتی تجربہ ہوگا کہ ایک مہینہ کا روزہ کتنی بیماریوں کو دور کر دیتا ہے، بشرطیکہ انہوں نے از خود کھانے پینے اور افطار وسحر میں بے اعتدالی نہ کی ہو اس لئے یہ ایک قسم کا سالانہ جبری جسمانی علاج بھی ہے۔

۶- انسان اگر اپنے دن رات کے اشغال اور مصروفیتوں پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے وقت کا ایک اچھا خاصہ حصہ محض کھانے پینے اور اس کے اہتمام میں صرف ہو جاتا ہے، اگر انسان ایک وقت کا کھانا پینا کم کر دے تو اس کے وقت کا بڑا حصہ بچ جائے، یہ وقت خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں صرف کیا جا سکتا ہے، اگر ہمیشہ نہیں تو کم از کم سال میں ایک دفعہ تو اس غیر ضروری ضرورت کو کم کر کے یہ سعادت حاصل کی جائے۔

۷- انسان کی دماغی اور روحانی یکسوئی اور صفائی کے لئے مناسب فاقہ بہترین علاج ہے، جب انسان کا معدہ ہضم اور فتور سے خالی اور دل ودماغ تبخیر معدی کی مصیبت سے پاک ہو، چنانچہ بڑے بڑے اکابر کا تجربہ اس پر گواہ صادق ہے۔

۸- روزہ بہت سے گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے، اس لئے یہ بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے، چنانچہ اوپر جہاں روزہ اور خیرات کی یکسانی اور باہم بدل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، وہیں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ بھی ہے، بلکہ توراۃ میں تو اس کو خاص کفارہ ہی کہا گیا ہے، اور اسلام میں بھی بہت سے موقعوں میں یہ کفارہ بتایا گیا ہے، چنانچہ اگر قسم کھا کر کوئی اس کو توڑنے کا گناہ کرے تو اس گناہ کی معافی کی یہ صورت ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، اگر اس کی سکت نہ ہو:

﴿فصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم﴾ (مائدہ:۵-۸۹) "تو تین دنوں کے روزے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جب قسم کھا بیٹھو، اور اپنی قسموں کا لحاظ رکھو"۔

اسی طرح حج کی حالت میں شکار کرنے پر اگر قربانی نہ ہو سکے اور چند مسکینوں کو کھانا نہ کھلایا جا سکے تو: ﴿او عدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ عفا اللہ عما سلف﴾ (مائدہ:۵-۸۹) "یا اس کے برابر روزہ تاکہ وہ اپنے گناہ کی سزا چکھے، اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا"۔

علی ہذا اگر کوئی ذمی کسی مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہو جائے تو اس مسلمان پر خوں بہا یعنی ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا لازم آتا ہے، اگر غلام آزاد کرنے کی صلاحیت نہ ہو: ﴿فصیام شھرین متتابعین توبة من اللہ﴾ (نساء:۴-۹۲) "تو اس گناہ کو اللہ سے بخشوانے کے لئے دو مہینے کے لگاتار روزے"۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ روزہ بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

۹- اس حقیقت کو ایک اور روشنی میں دیکھئے تو روزہ کی یہ امتیازی خصوصیت نمایاں ہو جائے گی، روزہ کی بھوک اور فاقہ ہمارے گرم ومشتعل قویٰ کو تھوڑی دیر کے لئے سرد کر دیتا ہے، کھانے اور پینے کی مصروفیت سے ہم آزاد ہوتے ہیں، دوسرے سخت کاموں سے بھی ہم اس وقت پرہیز کرتے ہیں، دل ودماغ، شکم سیر معدہ کے فاسد بخارات کی پریشانی سے محفوظ ہوتے ہیں، ہمارے اندرونی جذبات میں ایک قسم کا سکون ہوتا ہے، یہ فرصت کی گھڑیاں، یہ قویٰ کے اعتدال کی کیفیت، یہ دل ودماغ کی جمعیت خاطر، یہ جذبات کا سکون، ہمارے غور وفکر، اپنے اعمال کے محاسبہ، اپنے کاموں کے انجام پر نظر اور اپنے کئے پر ندامت اور پشیمانی اور خدائے تعالیٰ کی باز پرس سے ڈر کے

لئے بالکل موزوں ہے، اور گناہوں سے توبہ اور ندامت کے احساس کے لئے یہ فطری اور طبعی ماحول پیدا کر دیتا ہے، اور نیکی اور نیک کاموں کے لئے ہمارے وجدانی ذوق وشوق کو ابھارتا ہے، یہی سبب ہے کہ رمضان کا زمانہ تمام تر عبادتوں اور نیکیوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے، اس میں تراویح ہے، اس میں اعتکاف رکھا گیا ہے، اس میں زکوٰۃ نکالنا مستحب ہے، اور خیرات کرنا سب سے بہتر ہے، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی تو گو سدا بہار تھی، لیکن رمضان کے موسم میں وہ تیز ہواؤں سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی۔

۱۰- ان ہی باتوں کو سامنے رکھ کر یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ صرف ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں ہے، بلکہ درحقیقت دل اور روح کی بھوک اور پیاس کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کی متوقع غرض وغایت تقویٰ قرار دی ہے، اگر روزہ سے روزہ کی یہ غرض وغایت حاصل نہ ہو تو کہنا چاہئے کہ گویا روزہ ہی نہیں رکھا گیا یا یہ کہنا چاہئے کہ جسم کا روزہ ہو گیا، لیکن روح کا روزہ نہ ہوا۔ اسی کی تشریح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپنے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"روزہ رکھ کر بھی جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام کو نہ چھوڑے، تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ برائیوں سے روکنے کی ڈھال ہے، تو جو روزہ رکھے اس کو چاہئے کہ لغو اور فحش باتیں نہ بکے، اور نہ جہالت (غصہ) کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے لڑنے پر آمادہ ہو اور گالی بھی دے تو یہی کہے کہ میں روزہ سے ہوں، بعض حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اس میں سوراخ نہ کرو"۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! اس میں سوراخ کس چیز سے ہو جاتا ہے؟ فرمایا جھوٹ اور غیبت سے، چنانچہ بعض علماء کی رائے میں جس طرح کھانے اور پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح گناہ سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۱- تمام عبادات میں روزہ وتقویٰ کی اصل اور بنیاد اس لئے بھی قرار دیا ہے کہ یہ ایک مخفی خاموش عبادت ہے، جو ریا اور نمائش سے بری ہے، جب تک خود انسان اس کا اظہار نہ کرے، دوسروں پر اس کا راز افشا نہیں ہو سکتا، اور یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاق کی بنیاد ہے۔

۱۲- اسی اخلاص اور بے ریائی کا یہ اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا کہ روزہ دار میرے لئے اپنا کھانا پینا اور ملذات کو چھوڑتا ہے، اس لئے "الصوم لی وانا أجزی بہ" "روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا"۔

جزا تو ہر کام کی وہی دیتا ہے لیکن صرف اس کی عظمت اور بڑائی کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی جزا کو خود اپنی طرف منسوب فرمایا اور بعض علماء کے نزدیک اسی کا اشارہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے: ﴿انما یوفی الصابرون أجرھم بغیر حساب﴾ (زمر:۳۹-۱۰) "صبر کرنے والوں کو ان کی مزدوری بے حساب پوری کی جائے گی"۔

اور اتنا ظاہر ہے کہ روزہ کی مشقت اٹھانا بھی صبر کی ایک قسم ہے، اس لئے روزہ دار بھی "صابرین" کی جماعت میں داخل ہو کر اجر بے حساب کے مستحق ہوں گے۔

۱۳- روزہ بھی چونکہ صبر کی ایک قسم ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ صبر اور تحمل وبرداشت کی مشق اور ورزش کی ایک بہترین اور آسان ترین صورت ہے، اسی لئے مشکلات کے حل کرنے کے لئے دعا اور صبر کرنے کی خاص ہدایت ہوئی ہے ﴿واستعینوا بالصبر والصلوة﴾ (بقرہ:۲-۱۵۳) "اور (مشکلات پر) دعا اور صبر کے ذریعہ مدد حاصل کرو"۔

(دعا مانگنے کی ریاضت تو ہر وقت ممکن ہے کہ وہ انسان کی اختیاری چیز ہے، لیکن صبر کرنے کی مشق کرنا اختیاری نہیں، کیوں کہ قدرتی مشکلات اور مصائب کا پیش آنا انسان کے اختیار میں نہیں، اس لئے اس کی مہارت اور مشق کے لئے شریعت نے روزہ مقرر کیا ہے، اسی لئے اس آیت بالا کی تفسیر میں صبر کے معنی روزہ کے بھی لئے گئے ہیں۔

۱۴- یہی وجہ ہے کہ روزہ بھی ان اعمال حسنہ میں ہے جن کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے خطاپوشی، گناہوں کی معافی اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد ہے:

﴿والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات أعد اللہ لھم مغفرة وأجرا عظیما﴾ (احزاب:۳۳-۳۵) "اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو زیادہ یاد کرنے والے اور یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے اللہ نے تیار رکھی ہے معافی اور بڑی مزدوری"۔

اس سے ظاہر ہوا کہ روزہ جس طرح ہمارے بعض مادی جرائم کا کفارہ ہے اسی طرح ہمارے روحانی گناہوں کا بھی کفارہ ہے۔

اسلامی نظام زکوٰۃ

(ماخوذ: مالیات کا اسلامی نظام)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اس سلسلہ میں یہ چند باتیں قابل لحاظ ہیں جو نظام زکوٰۃ کی خصوصیات ہیں۔

۱۔ زائد دولت کا کم سے کم معیار مقرر کیا گیا، (یعنی دو سو ۲۰۰ درہم یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی ساڑھے باون روپیہ جس پر پورا سال گزر جائے) اس طرح جماعت کی دولت کا بڑا حصہ غریبوں کے کام آجاتا ہے اور بہت تھوڑی شخصی مالیت اس جماعتی شرکت سے بچتی ہے۔

۲۔ اس دولت پر زکوٰۃ کی مقدار بہت کم رکھی گئی، جو ان مالکوں کے لئے ہر طرح قابل برداشت ہے، یعنی چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصدی)۔

۳۔ ضرورتمندوں کا دائرہ بہت وسیع رکھا گیا اور ان میں سے ان کے ممتاز اقسام اور گروہوں کو مشخص کر دیا گیا، جو ہر اجتماعی زندگی اور تمدن کے ہر دور میں پائے جاتے ہیں، یعنی فقراء ومساکین، مقروض اشخاص، غلام، مسافر اور کچھ وہ جو انتظامی یا تبلیغی حیثیت سے ضروری ہیں یعنی محصلین زکوٰۃ "العاملین علیہا اور مؤلفۃ القلوب" پھر اس دائرہ کو "وفی سبیل اللہ" کہہ کر اور عام کر دیا۔

۴۔ ان ضرورتمندوں کے لئے اسلام اور احتیاج کے علاوہ کوئی شرط نہیں لگائی گئی یعنی نہ یہ شرط کہ وہ زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے فیس ادا کریں اور نہ یہ شرط کہ بیت المال میں پہلے سے ان کا کوئی روپیہ جمع ہو اور نہ یہ کہ وہ ان امداد کو کسی اضافہ کے ساتھ یا اصل بلا اضافہ ادا کریں گے بلکہ یہ ان کا حق ہے اور امام اور جماعت اسلامی کا فرض ہے کہ وہ ان کا حق ان کو دے، اگر انھوں نے اس میں کوتاہی یا ناجائز تصرف کیا تو وہ گنہگار اور غاصب ہوں گے۔

۵۔ زکوٰۃ کی رقم مستحقین کو دے کر زکوٰۃ دینے والوں کا اس رقم سے ہر قسم کا مالکانہ تعلق منقطع ہو جائے گا اور ان کے اور اس کا انتظام کرنے والوں کے (امارت اور بیت المال کے) کوئی حقوق اور تحفظات نہیں ہوں گے، نہ ان کے لئے سودی قرض کی طرح کسی قسم کا انتفاع جائز ہوگا، یہاں تک کہ اس کا کسی ایسے شخص کو دینا بھی صحیح نہیں جس کو دے کر وہ مال اپنے ہی استعمال میں آجائے، جیسے ماں، باپ، اولاد، بیوی۔ زکوٰۃ لینے والا اس کے لینے کے بعد ایسا ہی آزاد ہوگا جیسے لینے سے پہلے تھا، اس کو کسی طرح اور کسی شکل میں اس کا واپس کرنا یا اس کا بدل کرنا ضروری نہیں، بخلاف سود کے جس کا لینے والا ایک عرصہ تک کے لئے (اور بعض اوقات ہمیشہ کے لئے) ایک جال میں پھنس جاتا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ ان اموال میں ہے جن میں نمو (افزائش) کی صلاحیت ہے، جیسے نقد روپیہ، سونا، چاندی، مال تجارت، پیداوار اور جانور، اس لئے کہ وہی ہر سال کی اس کمی کا بدل کر سکتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں، باقی روزمرہ کے استعمال اور ضرورت کی چیزیں، جیسے پہننے کے کپڑے، کھانے کے برتن، سکونت کے مکانات، سواری کے جانور اور اثاث البیت وغیرہ ان میں زکوٰۃ نہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کا وقت سال کا اختتام رکھا گیا ہے، ایک سال کی مدت اس مال سے استفادہ کرنے کی کافی طویل فرصت ہے، اس مدت میں نرخوں کے گھٹنے بڑھنے اور مختلف موسموں اور فصلوں کا اثر بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

۷۔ زکوٰۃ کا نظام فی الاصل اجتماعی ہے، یعنی اگر کوئی خاص عارض نہ ہو تو ہونا یہ چاہیئے کہ اجتماعی طور پر امارت اسلامی کے انتظام سے وصول کی جائے اور اجتماعی طور سے اس کی طرف سے تقسیم ہو، اس طرح کوئی ایک فرد کسی ایک فرد کا شخصی طور پر ممنون نہیں ہوتا، نہ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ فلاں شخص کو زکوٰۃ دی گئی، اس طرح بہت سے سفید پوش، مستور الحال، غیور انسان جو کسی شخص سے اپنی حاجت کا اظہار پسند نہیں کرتے اور اس کی شہرت نہیں چاہتے، ایک عام اور اجتماعی نظام میں معاشی امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

۸۔ ایک کم ہمت مسلمان کو بھی اپنی زندگی میں اس کا اطمینان رہتا ہے کہ اگر دفعۃً اسکی آنکھ بند ہوگئی یا کسی وجہ سے وہ اپنی اولاد کے لئے کوئی دولت نہ چھوڑ سکا تو زکوٰۃ کے نظام کی وجہ سے وہ ننگے اور بھوکے نہیں رہیں گے، اس کی وجہ سے اس پر موت کا اسقدر خوف طاری نہیں رہتا اور وہ ان دینی اور اجتماعی کاموں میں بے خوف وخطر حصہ لے سکتا ہے جن میں جان کا خطرہ ہے، وہ اطمینان قلب کے ساتھ جہاد و ہجرت اور حج اور سفر کرتا ہے، کہ اس کی پشت پر ایک ایسا خزانہ ہے جو شخصی اور انفرادی نہیں، اور جو اس کے بعد اس کی کمزور اور یتیم اولاد اور اس

کی بے یار و مددگار بیوی (بیوہ) کا متکفل ہے، اسی طرح اس کو اطمینان ہے کہ سفر میں اگر اس [illegible] ہو جائے اور اس کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو گویا ہر جگہ اس کے لئے سرمایہ محفوظ ہے اور وہ وطن میں واپس آسکتا ہے۔

۹۔ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اس طرح مسلمانوں میں خاندانی ونسلی مفت خوروں کے طبقہ کے پیدا ہونے کا دروازہ بند کر دیا گیا، اور دوسرے عام مستحقین زکوٰۃ کی امداد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا گیا جو بنی ہاشم کی عالی خاندانی کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے عملاً محروم ہو جاتے۔

۱۰۔ زکوٰۃ کا روپیہ ایک مسلمان کے پاس سے نکل کر اسی جماعت کے دوسرے فرد کے پاس پہونچ جاتا ہے، اسی طرح گویا اسی کے پاس واپس آجاتا ہے، اس طرح زکوٰۃ خود اپنی ہی امداد ہے گویا ایک دریا سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی ہیں تاکہ سب کی کھیتیاں سینچی جاسکیں اور سب درختوں کو پانی پہونچے، پھر وہ پانی اسی دریا میں واپس آجاتا ہے، ایک منظم جماعت میں افراد کا ایک دوسرے سے اور جماعت سے ایسا گہرا تعلق ہوتا ہے اور ان کے اغراض ومصالح باہم اس طرح مربوط ہوتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک فرد یا چند افراد اس وقت تک خوشحال اور مطمئن نہ ہوں، یہ زکوٰۃ اجتماعی خوشحالی کا ذریعہ ہے، اس لئے زکوٰۃ نہ دینا، اس سے ہاتھ روکنا، خود اپنے اوپر ظلم اور اپنے حق میں بخل ہے، قرآن مجید نے نہایت حکیمانہ انداز سے راہ خدا میں نہ خرچ کرنے کو خودکشی قرار دیا ہے۔

(وأنفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین

"اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان ہلاکت میں اور نیکی کرو، اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔"

زکوٰۃ اور سود کا یہی بہت بڑا فرق ہے، سود خوری اور نظام سرمایہ داری میں چند افراد بہت بڑی دولت اور وسائل دولت کے مالک بن جاتے ہیں، اور دوسرے افراد وسائل زندگی تک سے محروم ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ان افراد کی حقیقی خوشحالی نہیں ہے، کوئی شخص یا چند افراد کسی جماعت میں تنہا شہری زندگی نہیں گزار سکتے، جس طرح کوئی شخص کسی جنگل میں یا تنہا شہری زندگی نہیں گزار سکتا، زکوٰۃ کا روپیہ جماعت کو خوشحال کرتا ہے اور سود جماعت کو مفلس محتاج بنا کر ایک فرد یا چند افراد کو بہت بڑی دولت کا مالک بنا دیتا ہے، زکوٰۃ وہ تخم ہے جو زمین میں پڑ کر ایک دانہ سے سیکڑوں دانے تک پیدا کر دیتا ہے:

﴿مثل الذین ینفقون أموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ أنبتت سبع سنابل، فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشآء﴾ "جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں ان کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے اگیں سات بالیں، ہر بال میں سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے اللہ چاہے۔"

اور سود، دوسروں کی کھیتیوں کو کاٹ کر ان کو دانے دانے کا محتاج بنا دیتا ہے اور ایک شخص کے کھلیان کو بھر دیتا ہے، زکوٰۃ اور سود کے اس فرق کو قرآن نے اپنے معجزانہ بلیغ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

"یمحق اللہ الربا ویربی الصدقت واللہ لایحب کل کفار أثیم"

"اللہ مٹاتا ہے سود اور بڑھاتا ہے خیرات اور اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

وما آتیتم من ربا لیربوا فی أموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فأولئک ھم المضعفون) "اور جو تم دیتے ہو بیاج تاکہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں، سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں اور جو تم دیتے ہو زکوٰۃ جس سے تم چاہتے ہو رضا اللہ کی، سو وہی ہیں دونے کرنے والے۔"

۱۱۔ زکوٰۃ کے اس نظام میں کوئی خلاف فطرت چیز نہیں، جس کو جاری کرنے کے لئے کسی خونریزی یا ہنگامہ خیزی کی ضرورت ہو اور جس سے انسانی فطرت بار بار بغاوت کرے، اس میں

انسانوں کے مختلف مراتب اور معاشی طبقات کو بالجبر برابر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، نہ انسانوں کو ان کے جائز سرمایہ سے، جو ان کی فطری صلاحیت یا محنت کا نتیجہ ہے محروم کیا گیا ہے، بلکہ ان اختلاف کو واقعی اور طبعی تسلیم کیا گیا ہے۔

﴿واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برآدی رزقھم علی ما ملکت أیمانھم فھم فیہ سواء﴾ "اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں، پس جن کو بڑائی دی گئی وہ اپنا حصہ اپنے غلاموں کو نہیں دیدیتے ہیں کہ پھر وہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔"

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون﴾ (۱) "ہم نے تقسیم کر دی ہے ان

کے درمیان ان کی روزی، دینوی زندگی میں اور بلند کئے درجے ایک کے ایک پر، کہ بناتا ہے ایک دوسرے کو ماتحت، اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جوڑتے ہیں۔"

البتہ یہ ضروری قرار دیا ہے کہ انسانی ضروریات ہر فرد کو میسر ہوں اور جماعت کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ اس میں کوئی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔

یہ زکوٰۃ کا وہ الٰہی نظام ہے جو ہر طرح سے مکمل طور پر متوازن و متناسب اور انتہائی طریق پر عادل و معتدل ہے، اس کے کسی گوشہ اور کسی حصہ میں کوئی خلاء، کوئی کمی زیادتی اور کوئی بے ترتیبی نظر نہیں آتی، (صنع اللہ الذی اتقن کل شئ)

اسلام نے جو زکوٰۃ مسلمانوں پر فرض کی ہے وہ ہمدردی و غمخواری اور حسن و سلوک کی کم سے کم حد ہے، یہ ایسا فریضہ ہے، جس سے روگردانی اور فرار اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں منظور نہیں، اسلامی شریعت نے نہایت جزم اور سختی کے ساتھ اس کا مطالبہ کیا ہے، اور اس کو اسلامی شریعت، مسلمانوں کا شعار اور دین کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن قرار دیا ہے:

﴿فان تابوا و اقاموا الصلوة و آتو الزكوة فاخوانكم في الدين﴾ (سورہ توبہ)

"لیکن اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دینے لگیں، تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے دین میں۔"

جو اس کا منکر ہوگا یا اس کی ادائیگی سے جان بوجھ کر روگردانی کرے گا وہ اسلام کے دائرہ سے خارج اور جمہور امت سے علیحدہ سمجھا جائے گا، چنانچہ یہی وہ منکرین زکوٰۃ تھے، جن سے نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ترین شخص حضرت ابوبکرؓ نے کھلے طریقہ پر قتال کیا تھا، اور اس قتال میں تمام صحابہ ان کے ساتھ تھے، اور اس اقدام پر ان سب کا اجماع تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل اور طرز زندگی، اپنے ذوق و رجحان، اپنی ترغیب و دعوت اور اپنے مخصوص اصحاب، اہل تعلق، اہل ہمت و اصحاب عزیمت کے سامنے اپنے نصائح اور ارشادات اور ہدایات اور تعلیمات میں صرف اسی حد پر اکتفا نہیں کی اور اس کی ہمدردی و خیر خواہی اور ادائیگی حقوق کی سب سے اعلیٰ مثال یا آخری شکل قرار نہیں دیا، آپؐ نے اپنے معجزانہ نبوی اسلوب اور ایک مختصر جملہ میں جس کے سامنے بڑے بڑے ادیبوں اور عالموں کی بلاغت و فصاحت ہیچ ہے، اس بات کو اس طرح ادا کیا کہ:

"ان في المال حقا سوى الزكوة" (بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے) ترمذی میں فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ حضورؐ سے زکوٰۃ کے بارہ میں سوال کیا گیا یا فاطمہ بنت قیس نے خود پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "ان في المال حقاً سوى الزكوة" اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق و المغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخرة والملئكة والكتاب والنبين، و آتى المال على حبه ذوى القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفى الرقاب، و اقام الصلوة و آتى الزكوة، والموفون بعهدهم، والصبرين في البأساء والضراء وحين البأس اولئك الذين صدقوا و اولئك هم المتقون﴾ (سورہ بقرہ: ۱۷۷)

"طاعت یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لیا کرو بلکہ طاعت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اس کی محبت میں مال صرف کرے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں پر اور گردنوں کے آزاد کرانے میں، اور نماز کی پابندی کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب کہ وعدہ کر چکے ہوں اور تنگی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ ہیں، جو سچے اترے اور یہی لوگ تو متقی ہیں۔" ☆☆☆

ایک مومن کا رتبہ تم سے بھی اونچا ہے

ایک دفعہ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے گویا خانۂ کعبہ سے مخاطب ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"کتنے اچھے ہو تم اور کتنی اچھی ہے تمہاری خوشبو۔ کتنے محترم ہو تم اور کتنی عظیم ہے تمہاری حرمت۔ لیکن قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے ایک مومن کا رتبہ تم سے بھی اونچا ہے۔ یہ نسبت اس کی جان و مال کے اور یہ کہ نہ سوچیں ہم ایک مسلمان کے بارے میں مگر حسن ظن کے ساتھ (ابن ماجہ)

❁❁❁

قرن الثعلب پر پیغمبر ﷺ کی مشہور دعا

"میرے اللہ! تیرے پاس اپنی بے زوری کا شکوہ کرتا ہوں۔ تیرے آگے اپنے وسائل و ذرائع کی کمی کا گلہ کرتا ہوں دیکھ انسانوں میں ہلکا کیا گیا، لوگوں میں یہ میری کیسی سبکی ہو رہی ہے۔ اے سارے مہربانوں میں سب سے مہربان مالک میری سن! میرا زور، میرا رب تو ہی ہے، مجھے تو کن کے سپرد کرتا ہے، جو ہم سے دور ہوتے ہیں۔ مجھے ان سے نزدیک کرتا ہے، یا تو نے مجھ کو میرے سارے معاملات کو دشمنوں کے قابو میں دے دیا؟ پھر بھی اگر مجھ پر تیرا غصہ نہیں ہے تو مجھے ان باتوں کی کیا پرواہ مگر کچھ بھی ہو، میری سمائی تیری عافیت ہی کی گود میں ہے اور تیرے چہرے کی وہ جگمگاہٹ جس سے اندھیریاں روشنی بن جاتی ہیں۔ اسی نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ اسی سے دنیا و آخرت کا سدھار ہے مجھ پر تیرا غصہ بھڑکے، اس سے پناہ مانگتا ہوں مجھ پر تیرا غضب ٹوٹے اس سے تیرے سایہ میں آتا ہوں، منانا ہے اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو، نہ قابو ہے، نہ زور ہے مگر علی و عظیم اللہ ہی ہے۔"

یہ چند قطرات ہیں جو اس دن کی موجوں سے محفوظ رہ گئے ہیں ورنہ کون جانتا ہے، کہ کیا کیا کہا گیا؟ کہلوایا گیا؟ (النبی الخاتم)

لیلۃ القدر

رمضان کی چھٹی خصوصیت لیلۃ القدر ہے اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس رات کو مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مسنون ہے۔

"اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عنى"

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے، تو میری خطائیں معاف فرما"، عام طور پر ۲۷ ویں شب کو ہی شب قدر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک شب قدر ہوتی ہے، اس لئے ان پانچ راتوں کو خاص طور پر عبادت و تلاوت اور ذکر الٰہی میں گذارنا چاہیے۔

اعتکاف

رمضان المبارک کی ساتویں خصوصیت اعتکاف ہے، رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لیکن آخری سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

اسلام نے رہبانیت (ترک دنیا) سے منع کیا ہے لیکن انسان کی یہ خواہش بھی فطری ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ گوشہ تنہائی میں اپنے رب سے سرگوشیوں میں مصروف ہو اور اس کے حضور میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے، اور آئندہ کے لئے از سر نو اطاعت و وفاداری کا عہد و پیمان باندھے، اعتکاف کو مستحب قرار دے کر انسان کی اسی خواہش کو پورا کیا گیا ہے۔

❁❁❁

ہمارے یہ سفر اکارآمد!

الحمد للہ مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ان کے جانشین اور معروف عالم دین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی قیادت و سیادت میں بحسن و خوبی علم دین کی اشاعت میں مشغول ہے اور یہ بھی اللہ کا بے پایاں فضل و احسان ہی ہے کہ دار العلوم میں عصری تقاضوں کے تحت نئے شعبہ جات قائم ہوئے ہیں، شعبۂ صحافت، انٹرنیٹ، گلوبل نیچ، میڈیا واچ سینٹر ماشاء اللہ سرگرم و فعال ہیں علاوہ ازیں البعث الاسلامی، تعمیر حیات، الرائد، The Fragrance اور نیا راہی (ہندی) جیسے رسائل کے ذریعہ قارئین کو دینی فکری غذا فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، دار العلوم کی مقبولیت اور افادیت کو ہر خاص و عام نے تسلیم کر چکی ہے اور جگہ جگہ پر دار العلوم کے انتساب کے تحت مدرسے قائم ہو رہے ہیں اور ان کا ندوہ سے الحاق ہو رہا ہے اس طرح الحمد للہ مدارس کا ایک جال پھیل چکا ہے اللہ رب العزت ان سب کی حفاظت فرمائے اور انہیں ہر قسم کے شر و رو فتن سے محفوظ رکھے۔

ہمارے یہ سفراء جن میں وہ اساتذہ بھی ہیں کہ قال اللہ اور قال الرسول کے جن کے زمزموں سے دار العلوم کی فضا معطر رہتی ہے، وہ بھی ہیں جن کے سینوں میں قرآن پاک کی دولت محفوظ ہے اور یہ وہ علماء ہیں کہ جو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ علوم دینیہ کی اشاعت کی خاطر رمضان میں گھر کی آسائشوں کو ترک کر کے سفر کی صعوبتیں اختیار کرتے ہیں ان کے ساتھ دامے درمے، سخنے تعاون کیجئے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین
(۱۰/۱۱)

درس حدیث

داخلۂ جنت کی دوسری ضمانت روزہ ہے

از جناب مولانا محمد حنیف ملی

عن ابی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صلوا خمسکم وصوموا شهرکم وادوا زکوة اموالکم واطیعوا إذا أمرکم تدخلوا جنة ربکم (ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ اسلام کا ارشاد ہے پنج وقتہ نمازیں ادا کرو، اپنے ایک ماہ کا روزہ رکھو، اپنی دولت کی زکوۃ ادا کرو، اور اپنے امیر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

یہ حدیث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سادہ اور جامع ارشادات میں شمار ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے چند نہایت اہم اور بنیادی پہلوؤں کو ذکر کر کے جنت کے داخلہ کی ضمانت دی ہے، بے چاہ انسان جنت حاصل کرنے کی خواہش میں اگر ان فرائض کو اپنی زندگی کا معمول بنالے تو بہ تقاضائے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت اس کے انتظار واستقبال میں بصد شوق کھڑی ہوگی۔

اسی پاک ارشاد میں جن اعمال کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، ان کا تعلق ظاہر وباطن، فرد اور اجتماع، قریب اور بعید، جسم اور روح سب سے ہے، نماز مسلمان کے دل میں انکساری، تکلم، وقت کی پابندی اور رضاء رب کے ساتھ خداوند عالم کی حاکمیت اعلی کا یقین پیدا کرتی ہے اور اللہ کے بندوں کو پیچ دیہ سائی کے لئے بارگہہ قدس کے علاوہ کوئی اور در گوارا نہیں ہوتا۔

نماز کے گوناگوں اوصاف اور نت نئے فوائد کے پیش نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اسے دین کا ستون اور آخرت میں سب سے پہلی پرسش بتایا ہے، نماز اگرچہ بندہ کا انفرادی عمل ہے، تاہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''الصلوة عماد الدین من اقامها فقد اقام الدین ومن هدمها فقد هدم الدین'' نماز دین کا بنیادی ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اور جس نے اسے ڈھادیا دین کو مسمار کردیا۔

اسی حدیث کی بنا پر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کا اندیشہ ظاہر کیا ہے بلکہ یہاں تک فرمادیا ہے کہ ''من ترک الصلوة متعمدا فقد برئی منه ذمة الله'' جس نے دیدہ ودانستہ نماز چھوڑ دی وہ خدا کے ذمہ سے بری ہے، اسی لئے اسلامی حکومتوں میں ہمارے فقہاء نے تارک صلوۃ کے لئے مختلف سزائیں مقرر کی ہیں۔

نماز کی عظمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے جاتے جاتے بستر علالت سے امت کو جو نصیحتیں فرمائیں اس میں یہ بھی ہے: ''الصلوة وما ملکت ایمانکم'' اپنی نمازوں اور باندیوں کی حفاظت کرو، علاوہ ازیں نماز کے بیشمار فضائل ہیں جنہیں تفصیل سے ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

داخلۂ جنت کے لئے دوسری ضمانت

روزہ ہے، روزہ انسان کو مجموعۂ اوصاف بنادیتا ہے، خدا کے لئے بھوک وپیاس برداشت کرنا مسلمانوں کے لئے مصیبتوں میں ضبط وصبر کا خوگر بناتا ہے، جو بھوک وپیاس کا احساس رکھے گا وہ دوسروں کی تکلیف پر تڑپ اٹھے گا، جو شخص ان تکالیف سے نہ گذرا ہو، وہ دوسروں کی تکلیف کا اندازہ نہیں کرسکتا۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ بے شمار طبی اور جسمانی فوائد کے ساتھ روزہ ہمہ گیر انسانی غمخواری کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے سہی امیر وغریب، شاہ وگدا، خرد وکلاں سب کے سب ایک خدائی وصف میں متصف نظر آتے ہیں اور وہ خورد ونوش کی بے نیازی ہے، علاوہ ازیں انسانی معدہ گیارہ ماہ مسلسل عمل ہضم کی وجہ سے چور ہوجاتا ہے، اس کو آرام کی ضرورت ہے، خدا نے اس اہم مقصد کے لئے وقت کی تبدیلی کے ساتھ اسے باقی رکھا جس پر قدسیوں کو بھی رشک آتا ہے۔

اس مقدس عمل کی فضیلت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار بتائی ہے، ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''الصوم لی وانا اجزی به'' روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا، یعنی بخشش وانعام کے لئے درمیان میں فرشتوں کا واسطہ نہیں ہوگا، ایک جگہ فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ جب آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور سرکش شیطان قید کردئے جاتے ہیں، یعنی یہ نیکیوں کا موسم ہوتا ہے، بندے خوب جی بھر کر اپنے رب سے

گناہوں کی بخشش حاصل کرسکتے ہیں، ایک جگہ فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو مشک اور زعفران سے بھی زیادہ اللہ کے نزدیک اچھی ہوتی ہے۔

اسی روزہ کی برکت ہے کہ مومنوں کے ہر عمل کا اجر ستر گنا ہوجاتا ہے اور افطار کے وقت بھوک پیاس اور بے کسی کے عالم میں جو جائز دعا مانگتا ہے خدا ضرور قبول فرماتا ہے قرآن کریم ایک طرف روزہ دار کے حق میں سفارش کرتا ہے تو روزہ بھی خدا کے سامنے بہ اصرار کہتا ہے کہ: ''مولا! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور لذت نفسی سے روکا تھا، لہذا تو اس کے گناہ بخش دے،'' حدیث میں ہے کہ سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

روزہ کی عظمت سے متعلق نہایت اہم بات یہ ہے کہ وہ نفس وشیطان کی یلغار سے بچاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ گناہوں کے لئے ڈھال ہے، ان گوناگوں اوصاف ومحاسن کی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام نے پوری امت کو روزہ کی تلقین کی اور جنت کا یقین بھی دلایا۔

حدیث میں تیسرے نمبر پر زکوۃ ہے، یہ بھی اسلام کا اہم رکن ہے، جس کی ترغیب قرآن کریم نے جگہ جگہ دی ہے، زکوۃ کے ساتھ صدقات نافلہ بھی آتا ہے، اللہ کے راستہ میں اخلاص کے جذبہ سے خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اللہ کے نبی نے ہر مسلمان کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''تصدقوا لو بشق تمرة'' خیرات کیا کرو چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو، ایک مقام پر صدقہ کی اصل تاثیر بتاتے ہوئے فرمایا کہ صدقہ کرنے سے خدا کا غضب ٹھنڈا ہوجاتا ہے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو فرمایا کہ تم بڑی تعداد میں جہنم میں نظر آرہی ہو، پھر فرمایا: ''تصدقن لو بحلیکن'' خیرات کرتی رہو چاہے بدن کے زیورات ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے دولت گھٹتی نہیں ہے، ارشاد ہے: لا ینقد مال من صدقة'' خیرات کرنے سے جہاں فرض کی ادائیگی ہوتی ہے وہیں صلہ رحمی اور غریبوں کی خبر گیری بھی ہوجاتی ہے، جو اسلام کا اہم ترین اخلاقی فریضہ ہے، اگر صدقہ اہتمام سے ادا ہونے لگے تو اسلام کی عملداری میں ایک فرد بھی بھوکا نہ رہ جائے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کی ترغیب دی ہے، وہیں زکوۃ نہ دینے والوں کو خطرہ سے ڈرایا بھی ہے، ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ نہیں ادا کرے گا اس کی دولت سانپ بنا کر طوق کی طرح اس کی گردن میں ڈال دی جائے گی جو اسے ڈستی ہوگی اور کہہ رہی ہوگی کہ میں دنیا میں تیرا مال تھا، بہر حال زکوۃ وصدقات اسلامی معاشرہ میں بندۂ مومن کا وہ عمل ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخلہ کی ضمانت دی ہے۔

چوتھے عمل کا تعلق تمام مسلم معاشرہ سے ہے اور وہ ہے امیر کی اطاعت۔ حدیث بتاتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اچھے معاشرہ کے داعی اور خواہش مند تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرہ کی تشکیل فرمائی وہ تحزب اور گروہی عصبیت سے پاک تھا، چنانچہ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں سر تسلیم خم کر کے جس اجتماعیت کی مثال پیش کی ہے چشم گردوں اب اسے نہیں دیکھ سکے گا، وہ ایسا معاشرہ تھا جس پر فرشتے بھی ناز کرتے رہیں گے، اور اس وصف کو پیدا کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ نظام امارت اصل ہے بلکہ امیر کے حکم کی تعمیل بھی ہر وقت ضروری ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امیر کی اطاعت کرو، وہ چاہے حبشی نژاد کیوں نہ ہو، اطاعت امیر جہاں دنیا کی تمام مشکلات کے لئے برق تجلی ہے وہیں آخرت کی خوشنودی خدا کی رضا اور جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے، اسی لئے ان تمام کاموں کے اختیار کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کا اعلان فرمایا ہے۔

معاشی مسائل کا حل

اسلام کے عادلانہ اقتصادی نظام میں موجود ہے

عہد رسالت مآب اور خلافت راشدہ میں چونکہ صدقات وخیرات فراخ دلی اور پورے آداب کے ساتھ ادا کئے جاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ناداری اور غربت ختم ہوگئی اور کسی کو دست سوال دراز کرنے کی حاجت نہ رہی بلکہ لوگ صدقہ وزکوۃ لے کر نکلتے تھے مگر کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔

آج ہمیں جو معاشی مسائل درپیش ہیں ان کا حل سرمایہ داریت یا اشتراکیت میں نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ اقتصادی نظام میں موجود ہے۔ کاش ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں۔

(ماخوذ: برکات رمضان)

آپ کی الجھنیں، آپ کے مسائل

مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی

سوال: رمضان المبارک میں اکثر شہروں میں تراویح کے سلسلہ میں معمول یہ ہے کہ مصلیان کرام چھ چھ پارے یا پانچ پانچ پارے سن کر ۵-۶ روز میں مکمل قرآن سن لیتے ہیں اس سلسلہ میں جواب طلب امر یہ ہے کہ:

الف- ایک ہی شب کی تراویح میں پانچ پانچ یا چھ چھ پارے اس طرح بہنتا کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئے کیسا ہے؟

ب- پانچ چھ روز میں تراویح میں قرآن پاک کے مکمل ہوجانے پر نماز تراویح کو ترک کردینے کا شرعی لحاظ سے کیا حکم ہے؟

ج- نماز تراویح کا حق ادا ہو اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کیا رہنمائی کرتی ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالی

الجواب حامداومصلیا

تراویح کی نماز اور اس میں پورا قرآن پاک سننا دونوں علیحدہ علیحدہ سنتیں ہیں، دونوں کے احکام بھی جداگانہ ہیں، تراویح کی نماز تو مرد وعورت دونوں کے لئے سنت مؤکدہ (واجب کے قریب) ہے جس کا پورے مہینہ رمضان میں پڑھنا ضروری ہے اور جس کے ترک سے گناہ ہوگا اور تراویح میں پورا قرآن پاک ختم کرنا سنت غیر مؤکدہ (مستحب) ہے، فضیلت اور نفل کا درجہ ہے۔ پورا قرآن پاک سنیں گے تو ثواب ہوگا نہیں سنیں گے گناہ نہ ہوگا۔ اسی لئے ہمارے فقہاء علامہ حلبی، علامہ کاسانی، علامہ طحطاوی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ مہینہ میں ایک ختم کرنا اگرچہ سنت ہے لیکن اگر مقتدی اس پر بھی آمادہ نہ ہوں تو افضل یہ ہے کہ مقتدیوں کے حسب حال اور ان کے مزاج کے مطابق جتنی مقدار میں آسانی سے سن سکیں اتنی مقدار میں پڑھنا چاہئے گو پورا قرآن پاک ختم نہ ہو اگر زیادہ سنانے کی بنا پر نمازی اکتا کر کم ہو گئے تو امام صاحب گنہ گار ہونگے (بحر وغیرہ)

(فی شرح المنیة وذکر فی الملتقیٰ أنه یقرأ فی التراویح مقدار مالا یؤدی إلی تنفیر القوم عنها (ص: ۳۸۸) وفی البدائع وأما فی زماننا فالأفضل أن یقرأ الإمام علی حسب حال القوم من الرغبة والکسل (بدائع الصنائع ۱/۶۴۲)

مطلب یہ ہے کہ تراویح میں قرآن پاک سنانے کی مقدار کے سلسلہ میں مقتدیوں اور سامعین کی رغبت اور طلب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اگر واقعۃ مقتدی پانچ پارے یا اس سے زائد بھی سننے پر بخوشی راضی ہوں اور زیادہ سنانے کی بناء پر جماعت کے کم ہوجانے اور نمازیوں کے گھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو کہ لوگ مسجد آنا ہی چھوڑ دیں تو بے شک پانچ پانچ چھ چھ پارے سننے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ بلاشبہ یہ جائز اور فضیلت کا درجہ ہے۔

لیکن یہ جواز اور فضیلت اسی وقت ہے جب کہ دیگر مفاسد وموانع سے خالی ہو اور قرآن شریف کا پڑھنا اس کے پورے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہو۔

حقوق کی ادائیگی کے ساتھ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ترتیل یعنی تجوید کا لحاظ کرتے ہوئے مخارج وصفات کی رعایت کرتے ہوئے پڑھا جائے جس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ ﴿ورتل القرآن ترتیلا﴾ کہ ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھئے۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس سے مرفوع روایت میں منقول ہے کہ جب قرآن پڑھو تو ترتیل کے ساتھ واضح اور صاف- ردی کھجوروں کی طرح مت بکھیر دو- بالو اور ریت کی طرح دھواں دار مت اڑاؤ اور شعر کی طرح کاٹ کاٹ کر مت پڑھو۔

عن ابن عباس مرفوعا: "إذا قرأت القرآن فرتله ترتیلا وبینه تبیینا ولا تنثره نثر الدقل ولا تهذه هذ الشعر (درمنثور ۶/۲۷۷)" ولاتنثره نثر الرمل ولا تهذوه هذ الشعر "(ابن کثیر ۴/۴۳۴)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ترتیل سے پڑھنے کا مطلب بیان فرمایا ہے کہ واضح اور صاف صاف پڑھو اتنی جلدی نہ پڑھو کہ الفاظ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوجائیں۔

معناه فسره تفسیرا حتی لا یسرع فیه فیمزج بعضه ببعض" (أحکام القرآن لابن عربی ۴/۱۸۷۵)

شارح مشکوۃ حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں کہ "زب قاری للقرآن والقرآن یلعنه" کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق الفاظ سے بھی ہے، مطلب یہ کہ اگر اس کے الفاظ کو صحیح طور پر ادا نہ کیا جائے اور الفاظ میں کمی وبیشی ہوجائے، حروف کٹ جائیں تو ایسے پڑھنے والوں پر بھی قرآن لعنت کرتا ہے۔ (المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ ص: ۲۰)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت جلدی پڑھنے کی وجہ سے جس سے کہ الفاظ سمجھ میں نہ آئیں حروف کٹ جائیں، اس طرح پڑھنے سے بسا اوقات معنی بدل جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات کلمہ کفریہ تک ہوجاتا ہے، مثلاً حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: أنزلنا، بنینا، جعلنا، خلقنا، یہ متفرق آیات کے بعض الفاظ ہیں جن میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کو بیان فرمایا ہے کہ آسمان سے پانی ہم نے برسایا، آسمان ہم نے بنائے، نیند کو راحت کی چیز ہم نے بنایا، اب اگر جلدی میں ترتیل کی رعایت نہ کرتے ہوئے اس کو اس طرح پڑھا جائے کہ اس کا اخیر کا حرف یعنی الف کٹ جائے تو بجائے خلقنا، انزلنا، بنینا، جعلنا کے أنزلن، خلقن، بنین، جعلن ہوجائے گا اور اب ترجمہ ہوجائے گا کہ عورتوں نے آسمان سے پانی برسایا، عورتوں نے آسمان بنایا، عورتوں نے پیدا کیا وغیرذلک

یہ تو کلمہ کفریہ ہوجائے گا کہ حق تعالیٰ نے جس خلقت اور قدرت کو اپنے لئے بیان فرمایا یہ امام اور قاری صاحب بجائے حق تعالیٰ کے عورتوں کے لئے خلقت اور قدرت کو ثابت کررہے ہیں۔

اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ترتیل سے قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے ورنہ کفر تک نوبت آجاتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں اس طرح پڑھنے کو جس سے حروف کی ادائیگی میں خلل آجائے کمی یا زیادتی ہوجائے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے فرماتے ہیں ایسا پڑھنا حرام ہے ایسے قاری کو فاسق قرار دیا جائے گا، قاری اور سننے والے سب گنہ گار ہوں گے، ایسا پڑھنا بدترین بدعت ہے جس پر نکیر کرنا واجب ہے۔

وأما الثانی بحیث یخل بالحروف زیادة أونقصانا فهو حرام یفسق به القاری ویأثم به المستمع ویجب إنکاره فإنه من أسوء البدع وأفحش الإبداع (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۵/۸۰)

یہ صحیح ہے کہ تراویح میں عموماً حدر سے پڑھا جاتا ہے اور حدر سے پڑھنا یعنی تیزی اور روانی سے جلدی پڑھنا جائز بھی ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے اور حدر سے پڑھنے میں بھی چند امور کا لحاظ کرنا واجب ہے۔

فن قرأت کی مشہور کتاب "النشر" میں تحریر فرمایا ہے "حدر سے پڑھنے میں حروف کے کٹنے اور غنہ کی ادائیگی نہ ہوسکنے اور حرکات کے کٹ جانے سے بچنا ضروری ہے۔" "یحترز فیه أي فی الحدر عن بتر حروف المد وذهاب صوت الغنة واختلاس أکثر الحرکات" (النشر: ۱/۲۰۷)

حضرت ملا علی قاریؒ حدر سے پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ حدر سے پڑھنے میں إدماج یعنی اتنی جلدی پڑھنا کہ حروف ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوجائیں صاف سمجھ میں نہ آئیں اس سے بچنا ضروری ہے۔ "فیحترز فی الحدر عن الإدماج" (المنح الفکریہ ۲۲)

شرح مقدمہ جزریہ میں لکھا ہے کہ "حدر میں اتنی جلدی کرنا کہ حروف باہم مل کر گڈمڈ ہوجائیں اس کو ادماج کہتے ہیں، یہ حرام ہے، (النکتہ العصریہ ص: ۳۲۰) ایسی فضیلت حاصل کرنا جس سے حرام، بدعت اور کفر کا ارتکاب لازم ہو ایسی فضیلت حاصل کرنے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے۔

فقہاء کرام نے اس طرح جلدی قرأت کرنے کو "ھذرمة القراۃ" سے تعبیر کیا ہے اور اس کو منکرات میں شمار کیا ہے۔ "ویجتنب المنکرات فی ھذرمة القراۃ" (شامی ۱/۵۲۳، بحرالرائق ۲/۷۹)

حضرت امام غزالی نے حضرت ابن عباس کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ میں ترتیل سے تدبر کے ساتھ صرف سورہ بقرہ وآل عمران پڑھوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ پورا قرآن "ھذرمۃ" یعنی جلدی جلدی لپیٹ کر پڑھ جاؤں۔ "قال ابن عباس رضی عنه لأن أقرأ البقرة وآل عمران ارتلهما وأتدبرهما أحب إلی من أقرأ القرآن کله ھذرمة" (إحیاء العلوم ۱/۲۸۴)

مذکورہ بالا تفصیلات سے تراویح میں اس طرح جلدی سے پڑھنے کی جس سے کہ الفاظ واضح طور پر علیحدہ علیحدہ سمجھ میں نہ آئیں بلکہ حروف کٹ جائیں یا ایک دوسرے میں اس طرح گڈمڈ ہوجائیں کہ یعلمون تعلمون، خبیرا، بصیرا، کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئے، اس طرح تیزی سے پڑھنے کی مذمت، کراہت، قباحت اچھی طرح معلوم ہوگئی اسی وجہ سے علامہ حلبیؒ نے شرح منیہ میں اور ملا علی قاریؒ نے المنح الفکریہ میں تحریر فرمایا ہے ایسے قاری سے قرآن سننا بھی مکروہ ہے، سامعین پر واجب ہے کہ اگر بس میں ہو تو اس کی اصلاح کریں اور اس کو ٹھکانے لگائیں ورنہ

سے کہہ کا رہوں گے، "وکرھوا الاستماع لہذا الی قولہ یجب علی السامع ان یسرہ علی الصواب" (فتح القدیر ۱/۲۳)

سوال نمبر ۲ کے مرکزی مضمون کی تفصیل وضاحت سے کردی گئی جس سے سوال کے تمام شقوں کا جواب واضح ہے خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ:

الف- پانچ پانچ چھ چھ پارے سننے والے میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ سننے والے کی غلطی ہے، سنانے والے صاحب تجوید کے قواعد صاف صاف اس طرح پڑھیں کہ ہر ہر حرف واضح ہو سمجھ میں آسکے، اتنی جلدی پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوجائیں اور سامعین کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئے ایسا سننا اور سنانا دونوں گناہ اور ناجائز ہیں۔

ب- تراویح ۲۰ رکعت خود ہی مستقل سنت مؤکدہ ہے، چند روز میں قرآن پاک سن لینے سے تراویح ساقط نہیں ہوجاتی بلکہ روزانہ ہر مسلمان جو اس کا پڑھنا ضروری ہے، اگر پورا قرآن پاک نہ سنا سنایا جائے تب بھی اس کا پڑھنا ضروری ہے۔

ج- نماز تراویح کا حق ادا ہونے کی دو صورتیں ہیں حق واجب اور حق مستحب، حق واجب تو یہ ہے کہ تراویح میں قرآن اس طرح پڑھا جائے کہ ہر قسم کے منکر و مفسدہ سے خالی ہو یعنی ترتیل، تجوید کے مطابق صاف صاف پڑھا جائے جس کی تفصیل ماقبل میں گذر گئی، نیز اتنی مقدار میں پڑھا جائے کہ مقتدیوں کو اکتاہٹ نہ ہو، اور حق مستحب یہ ہے کہ پورے مہینہ میں ایک قرآن پاک نہایت اطمینان سے پڑھا جائے اور ۲۷ ویں شب کو ختم کیا جائے، اور اگر دو ختم پورے ماہ میں کئے جائیں یہ بھی فضیلت کا درجہ ہے اور اگر تین ختم کئے جائیں یعنی ہر عشرہ میں ایک، یہ اس سے بڑی فضیلت کا درجہ ہے، اور سب درست اور جائز ہیں۔

لیکن یہ صورت کہ صرف ایک ختم ہو اور صرف پانچ چھ روز میں جیسا کہ آج کل بعض علاقوں میں ہوتا ہے (اگر حقوق واجبہ کی ادائیگی کے ساتھ ہو) تو اگرچہ یہ جائز ہے لیکن افضل و بہتر اور مستحب نہیں، ایک ختم ہونے کے لئے افضل و بہتر یہ ہے کہ ۲۷ ویں شب کو ختم کیا جائے، یہ ساری تفصیل بحر الرائق، شامی وغیرہ میں موجود ہے۔

"والختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثا افضل (شامی ص: ۵۲۲) فإن أرادوا الختم مرة واحدة فينبغي أن يكون ليلة سبع وعشرين لكثرة ماجاء في الأخبار انها ليلة القدر" (الجوہرۃ النیرۃ ۱/۱۱۸)

"تراویح" پہ ستم ڈھانے کے "حفاظ" پہ کرم کیوں ہو؟

ہمارے حفاظ کرام جو تراویح سناتے ہیں ایک ستم یہ فرماتے ہیں کہ یا تو متولی یا مصلیوں کے دباؤ پر تراویح کے تناؤ میں اس قدر عجلت سے کام لیتے ہیں کہ بیچارہ مصلی نماز تراویح میں نہ تو ٹھیک سے ثناء پڑھ پاتا ہے اور نہ قعدہ میں درود شریف اور اس کے بعد کی دعا پڑھنے کی ہی اسے مہلت مل پاتی ہے، زندگی کی مہلت نہ معلوم کتنی ہے اور خدا جانے رمضان کی سعادت دوبارہ میسر آتی بھی ہے یا نہیں اس صورت میں تراویح کے ائمہ خدا کے لئے متولیوں اور مصلیوں سے نہیں بلکہ اپنے اس رب سے ڈریں جس کے حضور سب کو جانا ہے۔

(امین شجاع)

نسل نو کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کیجئے

حکیم شرافت حسین صاحبؒ کے قلم سے

مکتبۂ دین ودانش کا تیار کردہ سیٹ

معصوم بچوں کی ذہن سازی میں مفید ومعاون

ہندی وفکری ارتداد کے لئے منصوبہ بند کوششیں جاری ہیں ان حالات میں ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم نئی نسل کے ایمان وعقیدہ کے تحفظ کی فکر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں اور بچوں کی زبان اور ان کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے ان کے ہاتھوں تک ایسا لٹریچر پہنچائیں جو ان کے ذہن ودل میں پیوست ہوجائے۔

حکیم شرافت حسین صاحب مرحوم نے آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل ملت کے نامور علماء کرام کی سرپرستی میں اس عظیم اور ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر ایک مکمل سیٹ تیار کیا تھا جو الحمدللہ آج بھی بچوں کی ذہن سازی کے لئے نہایت مفید ومعاون ثابت ہو رہا ہے، آپ بھی اپنے عزیز بچوں کو اس سے محروم نہ رکھیں اور آج ہی اس کا آرڈر دیجئے۔ ☆مکمل سیٹ ۱۸ کتابوں پر مشتمل، بعد رعایت ۱۱۵ روپے میں ☆ڈاک خرچ علیحدہ سے ۳۵/ روپے ☆تاجروں کے لئے خصوصی رعایت، بعد کمیشن ایک ہزار روپیوں کی نقد خریداری پر ۲۰ فیصد رعایت۔

☆پیشگی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

MAKTABA DEEN-WA-DANISH

اور درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں

مکتبۂ دین ودانش ۵۰۲/۹، مکارم نگر،

لکھنؤ 226020

Ph: (0522) 2740256

Mob: 9415005204

اسلامی جنگوں کی حقیقی تصویر

اصلی جنگی مقتولین کی تعداد پانچ چھ سو سے زائد نہیں

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

تلوار کے زور کا جھوٹا افسانہ

جن پر تلوار چلائی وہ نہیں، بلکہ جنہوں نے تلوار چلائی انہوں نے مسلمان ہو کر ان جھوٹوں کو جھٹلایا، جنہوں نے بازاروں میں پھیلایا تھا کہ جو کچھ پھیلایا گیا تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔

مکہ کا فاتحانہ داخلہ

مکہ میں جن سے چھینا گیا تھا سب کچھ چھینا گیا، پانی چھینا گیا، کھانا چھینا گیا، گھر چھینا گیا، در چھینا گیا اور آخر میں جینے کا حق بھی چاہا گیا تھا کہ چھینا جائے اور کتنوں سے چھینا گیا، دہکتی ہوئی آگ، چمکتی ہوئی تلواروں، کھنچے ہوئے کمانوں کے نیچے سے بھاگے ہوئے پھر چمکتی ہوئی تلواروں اور کھنچی ہوئی کمانوں، تنے ہوئے نیزوں کے ساتھ فتح کا پھریرا اڑاتے ہوئے مکہ میں داخل ہوتے ہیں لیکن لیتے ہوئے نہیں دیتے ہوئے، اکڑتے ہوئے نہیں جھکے ہوئے بدلہ چکاتے ہوئے نہیں، حطۃ ظفر کرتے ہوئے۔

تلوار چلانے والوں کے ساتھ قابو پانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

﴿ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطة﴾ "شہر کے دروازہ میں سر جھکائے اور حط (یعنی گناہوں اور قصوروں کو جھاڑتے ہوئے معاف کرتے ہوئے داخل ہونا" کی تعمیل کرتے ہوئے تفسیر کرتے ہوئے، رحم وکرم، صفح واعراض، مغفرت ودرگذر، امن وامان کے پھول برساتے ہوئے۔

مکہ کے فاتحانہ داخلہ کے وقت کی عجیب فیاضی

"الیوم یوم بر ووفاء الیوم انتم الطلقاء" "آج صلہ رحمی اور وفا کرنے کا دن ہے، آج تم لوگ آزاد کئے گئے" کے موتی نچھاور کرتے ہوئے زمین پر انسانوں کے لئے جو پہلا گھر، مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی، صرف خالق کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا، اس میں "لا إله إلا الله الحمد لله وحده نصر عبده وهزم الأحزاب وحده" کہتے ہوئے سر بسجود ہوگئے۔ ابراہیم کا بیت ایل پتھر کی کھودی ہوئی مورتیوں کی گندگی سے پاک ہوگیا اور حیرت ہے کہ بکھرا ہوا وحشی عرب جس میں وثنی، بت پرست، یہودی، عیسائی، صابئی، عقل پرست بھی ہیں، ان مختلف اقوام وقبائل کے باہمی انتشار، جنگ وجدال کو ختم کر کے ایک پرامن آئینی نظام سلطنت کے ساتھ وابستہ کرنے میں جھوٹوں نے جس قدر بھی جھوٹ چاہا پھیلا دیا، لیکن واقعہ صرف اس قدر اور اسی قدر ہے کہ دس لاکھ مراع میل کی طویل وعریض سرزمین کا پایہ تخت کسانوں کا وہی قصبہ ہوگیا۔

یورپ وامریکہ کے موٹروں اور ہندوستان کی فرقہ واری جھڑپوں کے مقتولین

تو دس سال کی اس لمبی اور دراز مدت میں وثنیوں (عربی ہندوؤں) یہودی، عیسائیوں، مسلمانوں سب میں سے امن وامان کی اس جدوجہد میں طرفین کے جتنے آدمی کام آئے ان کی تعداد کروڑ، لاکھ دو ہزار چار ہزار بھی نہیں، اتنی بھی نہیں، جتنی نیویارک کی سڑکوں، یا لندن کی شاہراہوں پر موٹر کے نیچے سے روزانہ اٹھائے جاتے ہیں یا ہندوستان کی معمولی جھڑپوں میں لاشوں کی جو فہرست تیار ہوتی ہے بلکہ کل لے دے کر سب کی کل تعداد ایک ہزار اٹھارہ ہے، یہ ہے "خونی پیغمبر کا بہایا ہوا خون" یا قصابوں کی وہ دوکان جس کے شور سے گنبد گرداں بھی تھرا اٹھا ہے، غیر تو غیر اپنے بھی پریشاں ہیں۔

اف! برکندہ باد آنکھوں سے بد اندیشوں کو صرف وہی خون نظر آیا، جہاں سے انسانیت کی مردہ لاش میں زندگی کا خون دوڑایا گیا، جہاں موت ہے، مردوں کو دل کو وہاں زندگی نظر آرہی ہے، اور جہاں سے صرف زندگی بٹ رہی ہے، انصاف کرنے والوں نے کیسا انصاف کیا، جب موت کی وادی کے نام سے انہوں نے دنیا میں اس کا پروپیگنڈہ کیا، ایک ہزار اٹھارہ تعداد تو اس وقت ہے جب اس میں بلا وجہ بنی قریظہ کے ان یہودیوں کو بھی شریک

کرلیا جائے جن کو خود ان کی کتاب اور ان کی شریعت نے ان کی مرضی سے اپنے ہی قانون کی رو سے اس وقت ناپسند کیا۔ جب سمجھا گیا کہ اس چھوٹی سی جماعت کی زندگی سے سارے عرب بلکہ ممکن ہے کہ عرب کے اطراف کی بڑی جماعت کی موت پیدا ہوگی، آخر جب کروڑوں مقتولوں والی عالمگیر جنگ کی آگ یہودی پھونک کی سلگائی ہوئی مانی جاتی ہے، اگر ان ہی یہودیوں کے متعلق یہ سمجھا گیا تو کیا غلط سمجھا گیا اور صرف یہی نہیں، اسی ایک ہزار اٹھارہ میں بے چارے ان شہید معلموں کو بھی شمار کرلیا گیا ہے جن کو نجد والے اپنے ملک میں وعظ وتلقین، تعلیم وتذکیر کے لئے لے گئے اور معونہ نامی کنویں پر ستر آدمیوں کو شہید کردیا گیا۔ ان ہی میں وہ دس مبلغ بھی ہیں جنہیں بے دردی کے ساتھ بلاوجہ رجیع کے مقام پر ذبح کردیا گیا، یہ تو مسلمانوں کی طرف سے شہید ہوئے۔ اسی طرح فریق ثانی کے مقتولوں کو بھی اسی تعداد میں شریک کرلیا گیا ہے جو بجرم قصاص یا ڈاکہ یا چوری میں مارے گئے یا گرفتاری کے سلسلہ میں قتل ہوئے، لوگ سوچتے نہیں، ورنہ دس سال کی اس طویل مدت میں اگر جنگ کا اطلاق کسی معرکہ یا مہم پر ہوسکتا ہے تو وہ "بدر" ہے جس میں بائیس مسلمانوں اور ستر قریش کے، اسی طرح "احد" میں ستر مسلمانوں اور تیس قریشیوں کے آدمی کام آئے، بشرطیکہ ہزار پندرہ سو آدمیوں کے مجمع اور ان کی باہمی آویزش کا نام بجائے جھڑپ کے جنگ اور (جدل) رکھا جائے۔

اکثر غزوات میں لڑائی ہی نہیں ہوئی

خیبر کے مقتولین وشہداء

بہر حال قریشیوں سے جو کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی، وہ اسی پر ختم ہوگئی نہ "خندق" میں بازار قتال گرم ہوا، نہ مکہ میں خونریزی ہوئی اس کے بعد ایک دو معرکے یہودیوں سے ہوئے، جن میں خیبر سب سے اہم ہے، اسمیں اٹھارہ مسلمان شہید اور ترانوے یہودی مارے گئے۔

موتہ کی جنگ کے شہداء

عیسائیوں سے موتہ میں گھمسان کی جنگ ہوئی، اس گھمسان میں بھی مسلمانوں کے کل بارہ شہیدوں کا حال معلوم ہوا، اس کے سوا کچھ ڈاکوؤں کا تعاقب ہے، چوروں کا پیچھا کیا گیا، باغیوں کی سرکوبی کے لئے کوئی دستہ روانہ کیا گیا تھا، جس میں اکثر مواقع میں جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔

اصلی جنگی مقتولین کی تعداد پانچ چھ

سو سے زائد نہیں

بہر حال اگر خالص لڑائی اور جہاد کے شہیدوں اور مقتولوں کا حساب کیا جائے تو ان کی تعداد پانچ چھ سو سے زیادہ اس کل دس سال کی مدت کے اندر سارے ملک عرب میں انشاء اللہ ثابت نہ ہوگی۔ حالانکہ مقابل میں عرب کے وحشی قبائل، طاقتور جمہوریتیں اور بعض سلاطین بھی تھے، لیکن جس کو طائف کے بعد سب کچھ دے دیا گیا تھا، کیوں سوچا جاتا ہے کہ اس کو کیوں کر ملا، اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا، جس کی زندگی کا ہر واقعہ اس کے کلمہ دعوت ودعویٰ لا إله الا الله کی دلیل ہے، آخر ان واقعات میں بھی اسی کو کیوں نہیں ڈھونڈا جاتا۔

الغرض یہ ہیں کل دس سال اور وہ سارے جنگ وجدال جن کے خون کا افسانہ ہزارہا بقلموں رنگوں سے رنگین کرکے دنیا کو سنایا جاتا ہے۔

۱۳ شعبان کی ندوہ کی ایک شام

الحمدللہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے امتحانات سالانہ کا پہلا مرحلہ اختتام پذیر ہوا، عالیہ ثانیہ تک نیز علیا اولیٰ کے طلبہ امتحانات سے فارغ ہوگئے۔ بعض الفاظ اپنے اندر ایک ہیبت رکھتے ہیں امتحان کا لفظ بھی اسی قبیل کا ہے اس لحاظ سے اس کے اختتام پر طلبہ کے اندر خوشی ومسرت کا جذبہ موجزن تھا علاوہ ازیں امتحان کا اپنا ایک تقدس ہے اس طرح وہ ایک مقدس فریضہ سے بھی فارغ ہوئے پھر ان کی خوشیاں اس طرح بھی دوبالا ہوئیں کہ آج کا دن ان کے لئے اپنے گھروں کو لوٹنے کا دن تھا، ان کے چہرے دمک رہے تھے، شام میں طلبہ ایک دوسرے سے گلے مل کر اگلے شکوے دور کررہے تھے اور طائران چمن کی طرح چہچہا رہے تھے حفاظ طلبہ خوش تھے کہ اس طرح انہیں نصف شعبان میں قرآن کے دور کا موقع میسر آجائے گا۔ شاخوں سے آئے ہوئے طلبہ کی ایک بڑی تعداد بھی امتحانات سے فارغ ہوکر اپنے وطن واپس ہورہی ہے اس مسرت کے ساتھ کہ آئندہ سال انشاء اللہ انہیں اس عظیم درس گاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع نصیب ہوگا۔ وہ طلبہ جو فارغ ہوکر جارہے ہیں وہ مسرت وملال کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آج (۱۴ شعبان) سے امتحانات میں شریک ہورہے ہیں لیکن جس طرح ماں سے آخر جدائی کی گھڑی آتی ہی ہے اسی طرح مادر علمی سے بھی ایک نہ ایک دن رخصت ہونا پڑتا ہے، البتہ اس درس گاہ کے بانیوں کی اخلاص مندی اور ان کے اساتذہ کی نیک خواہشات کی بدولت اللہ کا فضل ان کے شامل حال ہوتا ہے۔ خدا ہمارے طلبہ کا حامی وناصر ہو۔

(امین شجاع)

لمحۂ فکریہ

مسلمانوں کی بے دینی سے دین بیزاری پیدا ہوتی ہے

۱۲ نومبر ۱۹۵۰ء مولانا معنوی کی مجلس برکت وخیر میں حاضری میسر آئی، مولانا اس قصہ کا ذکر فرمارہے تھے کہ ایک بدآواز کریہہ الصوت مؤذن تھا، جس گاؤں میں اذان دیتا تھا وہاں کی آبادی اس کی آواز سے بیزار تھی، بچے راتوں کو ڈر جاتے تھے، سوتے ہوئے لوگ نیند سے چونک پڑتے، شورش آبادی میں پھیلی ہوئی تھی، آخر بستی والوں نے مشورہ کرکے چندہ کے ذریعہ کافی رقم جمع کی اور مؤذن صاحب کو حج پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوئے، "زاد راہ" مہیا کردیا گیا، مؤذن قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا، منزل بمنزل گزرتا ہوا قافلہ ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جہاں صرف غیر مسلم اقوام کے لوگ آباد تھے، مؤذن کو اذان دینے کا تو شوق ہی تھا باوجود منع کرنے کے اس نے اذان پکار ہی دی، لوگوں کو اندیشہ تھا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو غیر لوگ ہیں ان کی عورتیں اور بچے اگر ڈر گئے تو بدلہ لینے پر آمادہ نہ ہوں، مگر خلاف توقع دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص ہاتھ میں کچھ تحفہ اور ہدیہ سوغات کی چیزیں لئے چلا آرہا ہے، اور قافلہ میں آکر پوچھنے لگا کہ آپ کے قافلہ میں مؤذن صاحب کون ہیں جنہوں نے آج اذان دی تھی ان کی خدمت میں اس حقیر نذرانہ کو پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں لوگوں کو تعجب ہوا، بولے قصہ کیا ہوا؟ اس غیر مسلم نے کہا کہ بھائی! ایک زمانہ سے ہم لوگ مصیبت میں مبتلا تھے، ہماری ایک لڑکی جو حد سے زیادہ خوبصورت، خوب سیرت تھی، خدا جانے اس کے دل میں اسلام وایمان کا شوق کہاں سے پیدا ہو وہ اس دین کی ایسی گرویدہ ہوئی کہ لاکھ جتن کئے گئے مگر وہ اپنے خیال سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہ ہوئی تھی، آخر آج جب آپ کے مؤذن صاحب نے اذان دی تو اس مہیب دہشتناک آواز کو سن کر لڑکی نے پوچھا کہ کیا ہورہا ہے لوگوں نے کہا کہ مسلمانوں کی اذان ہورہی ہے، سننے کے ساتھ لڑکی نے کہا کہ اسلام کی اذان کی یہی کیفیت اگر ہے تو میں اس اسلام سے باز آئی، ہمارے گاؤں میں آج بڑی خوشی ہے سارا گاؤں لڑکی کے اس حال پر بشاش ہے اور مؤذن صاحب کی خدمت میں اسی کا نذرانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

قصہ ختم کرکے فرمانے لگے کہ جیسے مسلمانوں کے اس مؤذن سے اسلام کو چھوڑ کر لڑکی کفر کی طرف واپس ہوگئی اسی طرح آج کل کے مسلمانوں کے اسلام سے لوگ بیزار ہورہے ہیں، دینداروں کی بے دینی سے بے دینی پیدا ہورہی ہے (واقعہ یہ ہے کہ کفر کی پیدائش عموماً دین کی اسی مجازی شکل سے ہوئی ہے ورنہ دین سے ہمیشہ دین پیدا ہوا)

(ماخوذ: محاسن التعلیم، مولانا سید رابع حسنی ندوی)

پیپل کا یہ درخت ہوا سایہ دار جب
صدیوں سے حادثوں کی کڑی دھوپ سہہ گیا
(جناب عثمان عارف)
سابق گورنر اتر پردیش

حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ کی صاحبزادی کا سانحۂ ارتحال

۱۸ ستمبر خانوادہ حسنی کے لئے یہ بڑا سانحہ ہے کہ ماہنامہ رضوان کی معاون مدیرہ حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ کی صاحبزادی اور حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی بھتیجی کا ۱۷ ستمبر کی شب میں تقریباً ۵۸ سال کی عمر میں پی جی آئی اسپتال لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک صالح ومصلح خانوادہ کی یہ خاتون خانہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں گھرانہ کا ماحول ہی دیندارانہ تھا اور اس پر مستزاد کہ وہ ایک عالم ربانی اور صاحب دل وصاحب قلم والد نامدار کی پرورش یافتہ تھیں جس کے اثرات مرحومہ کی زندگی میں نمایاں تھے، ان کے برادر معظم جناب مولانا حمزہ حسنی صاحب ان دنوں چمن ندوہ کے کاروبار کو بحسن وخوبی چلا رہے ہیں جو ان کے خانوادہ کی تربیت کا فیض ہی ہے، مرحومہ کے ایک صاحبزادہ مولوی محمود ہیں جن کو اللہ نے عالم شباب ہی میں صاحب دل وصاحب قلم اور ذاکر وشاغل بنادیا ہے اور وہ اپنے خانوادہ کی روایتوں کی امین ہیں، یہ سب شاید مرحومہ کی تربیت کے اثرات ہیں مرحومہ نے دینی ودعوتی اور اصلاحی ذہن ورثہ میں پایا تھا اور اس کے لئے انہوں نے قلم سے بھی کام لیا اور گیارہ سال کی عمر ہی سے معاشرہ کو اصلاح وتطہیر کی طرف متوجہ کیا، مرحومہ کے دوسرے صاحبزادہ مولوی مسعود حسنی ہیں جو دار القضاء میں افتاء کی خدمت پر مامور ہیں۔

ادارہ سارے خانوادۂ حسنی کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحومہ کے ساتھ اللہ کی طرف سے عفو ودرگذر اور مغفرت کے ساتھ نیکیوں کے قبول کرلئے جانے کے لئے اس کے حضور التجا وفریاد کرتا ہے نیز جملہ پس ماندگان ومتعلقین کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہوئے انہیں صبر جمیل عطا کئے جانے کا متمنی ہے۔

(ادارہ)

ڈاکٹر اقبال کا بچپن

جناب منظور انوار قریشی

اقبال نے اپنی زندگی کے بہترین لمحات سیالکوٹ میں گزارے بچپن کی آزاد فضاؤں میں ذمہ داریوں سے بے نیاز جب وہ ابھی علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی بجائے سیالکوٹ کے بچوں میں صرف ''بالا'' تھا، کھلنڈرا، شوخ، مگر ذہین ''بالا'' اور میں اسی کھلنڈرے اور شوخ اقبال کی نوہ میں اس کے بچپن کے دوستوں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ کئی دنوں کی تلاش کے بعد چند بوڑھوں کی زبانی مجھے ''وینو'' کا سراغ ملا۔ یہ وہ خوش نصیب انسان تھا جس نے پانچ سال تک شبانہ روز اقبال کے ساتھ زندگی گزاری تھی۔ پُر پیچ گلیوں اور گھومتے ہوئے موڑوں کو طے کرنے کے بعد میں ''وینو'' کے یہاں پہنچا۔ ایک نیم پختہ پرانے مکان کے سامنے ایک بوڑھے پیپل کی چھدری چھاؤں میں بیٹھا ہوا سال خوردہ وینو نظریں جھکائے ہوئے حقہ پینے میں مصروف تھا، بجھی بجھی نگاہوں اور بے نور پیشانی پر شیخی کا سفید غلاف تہ در تہ چڑھا ہوا تھا۔ اس کی شریانوں میں زندگی کی حرارت آخری سنبھالے لے رہی تھی۔ جب میں نے اُسے بتایا کہ مجھے حضرت علامہ اقبال کے بچپن کے متعلق اس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ تو اس نے ضعف بھری سے کانپتے ہوئے سر کو میری طرف موڑنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''آپ میرے پاس بیٹھ جایئے۔ کس کے گھر کا پتہ پوچھ رہے ہیں آپ؟''

جی مجھے کسی کے یہاں نہیں جانا بلکہ میں آپ سے آپ کے بچپن کے ساتھی اقبال کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اقبال کا نام سن کر بوڑھے، وینو کے زرد اور پچکے ہوئے گالوں میں زندگی کی بجلیاں لہرا اٹھی ہیں۔ اس کی نگاہوں میں مجھے، ماضی کے چند دھندلے نقوش ابھرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس نے اپنے اُداس ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ اچھا! اب سمجھا۔ ''تو آپ ''بالے'' کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں۔ اجی ہمارے لئے تو وہ نہ ڈاکٹر تھا، نہ سر تھا، نہ علامہ تھا۔ اور نہ محمد اقبال ہی تھا۔ بلکہ ہمارے نزدیک وہ محض ''بالا'' تھا۔ اُسے اپنے دوستوں سے والہانہ محبت تھی۔

آپ اسے کب اور کیسے ملے تھے؟ میں نے وینو کو اپنے ڈھپ پر لانے کے لئے سوال کیا۔

''جی یہ تو میں نہیں بتا سکتا کہ میں اقبال سے کب ملا۔ کیونکہ یہ میرے لئے بہت مشکل سوال ہے۔ جس شخص کو زندگی کے بدمصائب نے اپنے حواس تک سے بیگانہ کر دیا ہو۔ وہ آپ کو کسی مخصوص آدمی کے پہلے روز ملنے کی تاریخ کس طرح بتا سکتا ہے۔ اور وہ بھی بچپن میں۔ جب ہمیں یہ احساس ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ ہمارے ساتھ تالاب مولا بخش کے کنارے گرد و غبار سے اٹے ہوئے میدان میں ہر شام کو گلی ڈنڈا کھیلنے والا اقبال کسی روز اپنے لئے ایسا بلند مقام پیدا کرے گا کہ ہم سے اُسے ملنے کی تاریخیں پوچھنے کی نوبت آ جائے گی۔ ہاں البتہ میں آپ کو یہ بتا سکوں گا کہ سب سے پہلے اقبال کو میں کیسے اور کہاں ملا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ایک روز شام کو میں بازار سے گزر رہا تھا کہ میرے ایک دوست نے ایک سادہ سے لڑکے سے یہ کہتے ہوئے میرا تعارف کرایا کہ یہ اقبال ہے اور بازار حکیماں میں رہتا ہے۔ مجھے پہلی ملاقات میں ہی اقبال کی غیر معمولی ذہانت اور معاملہ فہمی نے متاثر کیا۔ اس کے بعد اُسی دوست کے ہمراہ گاہے گاہے اقبال سے ملاقات ہو جاتی۔ آخر ایک دن ایسا غیر معمولی واقعہ پیش آیا، جس نے مجھے اور اقبال کو ایک دوسرے کے زیادہ قریب کر دیا۔ اتنا قریب جیسے ہم مدتوں کے دوست تھے۔ بات دراصل یہ ہوئی کہ اقبال کو کبوتر پالنے سے قدرتی لگاؤ تھا۔ مگر پابندیوں کی وجہ سے وہ اپنا شوق پورا نہیں کر سکتا تھا۔ ان پابندیوں کی حدود میں رہ کر اپنا شوق پورا کرنے کے لئے اقبال اور اس کے دوستوں نے کبوتروں کے دو جوڑے بازار کھٹیکاں کے ایک غیر آباد مکان میں رکھے ہوئے تھے۔ مسجد سے فارغ ہونے کے بعد وہ تمام دوست اسی مکان کا رُخ کرتے اور گھنٹوں کبوتروں سے جی بہلایا جاتا۔ نہ جانے کس طرح اقبال کے استاد کو اس چوری کا علم ہو گیا اور ان کی تمام سازش فاش ہو گئی۔ اب میرے گھر کا رُخ کیا گیا۔ اور وہ کبوتر میرے ہاں رکھے گئے۔ مجھے بچپن سے ہی والدین کی طرف سے اچھی خاصی آزادی تھی۔ اقبال مسجد سے فارغ ہوتے ہی اپنے ہمراز دوستوں کے ہمراہ میرے ہاں آ جاتا۔ اور گھنٹوں ٹھہرتا۔ اگرچہ بچپن ہی سے اسے سوچ بچار کی عادت سی تھی۔ مگر کبوتروں کی ہر اڑان سے اس کی نگاہوں میں تازہ چمک پیدا ہوتی تھی۔ فضا میں جیسے کبوتروں کے ساتھ وہ بھی اتر رہا ہے۔

مگر اقبال کے اس والہانہ شوق سے اس کی تعلیم پر اثر نہیں پڑتا تھا؟ وہ اپنے ہمجولیوں

میں سب سے زیادہ ذہین تھا کبوتروں کا اتنا شوقین ہونے کے باوجود اُسے اپنی تعلیم کا بے حد خیال تھا۔ وہ ہمارا نزدیکی دوست ہونے کے باوجود پڑھائی کے وقت یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ اسے کھیل میں اُلجھایا جائے۔ ایک دفعہ چھاؤنی میں بڑے بڑے مشہور پہلوانوں کی کشتیاں تھیں۔ میں بے کار تو تھا ہی دوستوں سے مشورہ کیا کہ دنگل دیکھنا چاہئے۔ سب دوست اکٹھے ہو کے اقبال کے ہاں جا رہے تھے۔ وہ راستے میں ہی مسجد جاتے ہوئے مل گیا۔ اور جب ہم نے اپنی اسکیم بتائی تو اقبال نے ہمارے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا۔ بلکہ الٹا ہمیں نصیحتیں کرنی شروع کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف ہم دنگل دیکھنے ہی نہ گئے۔ بلکہ میں نے اس روز سے اقبال کے ساتھ مسجد جانا بھی شروع کر دیا۔ اقبال کو فارسی زبان سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں ہی اس نے گلستاں و بوستاں نہ صرف ازبر کر لی تھیں بلکہ وہ ہمیں اپنی قوت حافظہ کی بدولت فارسی کی ان دونوں کتابوں سے سبق پڑھا دیا کرتا تھا۔

جب میں نے اقبال کے اس پرانے دوست سے پوچھا کہ کیا اقبال بچپن میں شعر کہا کرتا تھا یا کیا اسے موسیقی سے کچھ رغبت تھی؟ تو اس نے گہری سوچ میں پڑتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ تو میں ٹھیک طور پر نہیں بتا سکتا کہ اقبال اس زمانہ میں شعر کہا کرتا تھا یا نہیں۔ کیونکہ ہماری زیادہ صحبتیں کبوتر بازی اور گلی ڈنڈا کھیلنے میں ہی صرف ہوتی تھی۔ البتہ یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت جب ہمیں شعر کا صحیح مفہوم بھی نہیں معلوم تھا۔ اقبال ہمیں اردو اور فارسی کی نظمیں جھوم جھوم کر سنایا کرتا تھا، لیکن گاتا نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں نے اپنی ملاقاتوں کے دوران میں اسے گاتے ہوئے نہیں سنا۔ اسے موسیقی سے دلچسپی ضرور تھی۔ خاص طور پر ''ہیر'' سننے کا بے حد شوق تھا۔ ہمارا ایک دوست تھا جسے ہیر کے کچھ اشعار زبانی یاد تھے۔ چاندنی راتوں میں جب ہر طرف سکون چھا جاتا۔ تو ہم ''تالاب شیخ مولا بخش'' یا ''پل لیگ'' کے کنارے اکٹھے ہو جاتے اور سب سے پہلا تقاضا اقبال کی طرف سے ہیر سننے کا ہوتا۔

''مگر آپ کو رات کے وقت گھر سے باہر جا کر ''ہیر'' سننے کی اجازت مل جاتی تھی۔''؟

جس زمانے کی میں بات کر رہا ہوں اس وقت نہ تو سینما تھے اور نہ تھیٹر اور نہ کلب جن کی موجودگی میں ہمارے والدین کو ہمارے اخلاق بگڑنے کا خطرہ ہوتا۔ بلکہ اس زمانے میں تو سمجھدار والدین بچوں کی صحت برقرار رکھنے کی غرض سے خود ہیر کے لئے مجبور کیا کرتے تھے۔''

وہ عام طور پر قمیص اور شلوار پہنا کرتا تھا کیونکہ اس زمانے میں یہ لباس زیادہ مقبول تھا۔ کبھی کبھی شلوار پر کوٹ بھی پہنے ہوئے میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس کے والد ایک پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ اور اسے شروع سے ہی دین دار لوگوں میں بیٹھنے اٹھنے کا موقع ملا تھا۔ اس لئے اس کا لباس بالکل سادہ ہوتا تھا۔ اور یوں بھی وہ لباس کے معاملہ میں بہت لاپروا تھا۔ اگر قمیص کا بٹن ٹوٹ گیا ہے تو کئی دن تک والدہ کے اصرار کے باوجود وہ ٹوٹا ہی رہتا تھا۔ اقبال کو اپنی والدہ سے اتنی محبت تھی کہ اگر وہ پُر لطف سے پُر لطف مجلس میں بھی بیٹھا ہوا ہوتا اور والدہ کا اندر سے پیغام آ جاتا تو وہ فوراً تعمیل کرتا۔ ایک دن میں اقبال کے ہاں گیا۔ بچپن کے دوست اور ہم عمر ہونے کی وجہ سے میں اندر چلا جاتا کرتا تھا۔ اندر جا کر دیکھا کہ اقبال پر اس کی والدہ خفا ہو رہی ہیں۔ اور اقبال نہایت صبر و سکون سے خاموش کھڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ والدہ کے دو دفعہ کہنے کے باوجود اس نے کپڑے نہ بدلنے پر اصرار کیا ہے۔ اقبال کی والدہ ایک بہت مشفق ماں تھیں۔ وہ جب انتہائی غصے کی حالت میں آتیں تو اقبال سے کہا کرتیں کہ جاؤ میں تمہاری ماں نہیں۔ اور اس روز میرے سامنے بھی انہوں نے یہ الفاظ غصے کی حالت میں کہے۔ اگلے روز جب میں پھر اقبال سے ملنے کے لئے دو ایک دوستوں کے ہمراہ حسب معمول پہنچا، تو اسے سخت بخار میں مبتلا پایا۔ معلوم ہوا کہ جب بھی اسے والدہ یہ الفاظ کہتی ہیں کہ جاؤ میں تمہاری والدہ نہیں۔ اس کی طبیعت پر اس قدر برا اثر پڑتا کہ اسے فوراً بخار آ جاتا تھا۔ اور اقبال اکثر ہمیں خود کہا کرتا تھا کہ اگر میری والدہ مجھے چار پانچ دفعہ یہ الفاظ کہہ دے تو میں یقیناً مر جاؤں۔

بوڑھے سے ''وینو'' کا دم پھولنے لگا۔ اور اس پر کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا۔ مگر تھوڑی دیر کھانسنے کے بعد اس نے خود ہی اس موضوع سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا۔ ''اقبال اپنے تمام بچپن کے دوستوں سے زیادہ نمازی تھا۔ اور یہ اس کے والد کی تربیت کا اثر تھا۔ محلے کے لوگ اقبال کی ان باتوں سے یہ اندازہ لگایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر ضرور مولوی بنے گا۔ لیکن اس کے برعکس اقبال ایسی باتیں سن کر کہا کرتا تھا ''میں ہرگز مولوی نہیں بنوں گا''۔

ایک روز ہم اقبال کے گھر کے سامنے بازار میں اس کے منتظر کھڑے تھے۔ اس کے والد مکان سے باہر آئے۔ اور بتایا کہ اقبال پاس کی مسجد میں شام کی نماز ادا کرنے گیا ہے۔ ابھی وہ ہمیں بتا ہی رہے تھے کہ اقبال بھی مسجد کی طرف سے آ پہنچا، مگر پاؤں سے ننگا والد نے پوچھا جوتا کہاں ہے۔ تو اقبال نے جواب دیا۔ ابا جان اب میں پکا نمازی بن گیا ہوں، کیونکہ کسی نے مجھے نمازی سمجھ کر مسجد سے میرا جوتا اڑا

لیا ہے۔ ہمیں یہ احساس تک نہ ہوتا تھا کہ ہم گھروں سے کتنا کتنا عرصہ غائب رہتے ہیں۔ گاہے گاہے ہم آس پاس کے کسی گاؤں میں پہلے جاتے اور اقبال کو دیہات بہت پسند تھے گاؤں میں پہنچ کر اسے ہوش تک نہ رہتا تھا کہ وہ شہر سے کتنی دور پہنچ گیا ہے۔ ایک دفعہ ہم حسب معمول سیر کے لئے ایک نواحی گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں بہت سے کبوتر اسی گاؤں کی طرف جاتے ہوئے ملے کچھ لڑکے کہنے لگے۔ ان کبوتروں کو گاؤں میں جا کر دیکھنا چاہیے ممکن ہے سفید کبوتروں کا ایک جوڑا مل جائے۔ ہم گاؤں میں پہنچے۔ گاؤں کے کنارے ایک ٹکیہ تھا۔ جس پر ایک فقیر بیٹھا تھا۔ یہ سب کبوتر اسی کے تھے۔ ہم نے اس سے سفید کبوتروں کا ایک جوڑا مانگا۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ ہم سب میں سے اقبال کو اس کے انکار سے بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔ راستے میں دو ایک دوستوں نے کبوتروں پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس بات پر تو سب متفق تھے کہ کبوتر ضرور چرائے جائیں صرف چوری کے طریقے کے بارے میں الگ الگ رائیں تھیں۔ اقبال خاموش تھا جب اس سے پوچھا گیا تو وہ ہم سب پر برس پڑا۔ اور چوری میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ آخر ہم نے بھی چوری کا ارادہ ترک کر دیا۔

جب سب دوست گھروں کو چلے گئے تو میرے ایک ساتھی اور میں نے مل کے کبوتر چرانے کا ارادہ کیا۔ اور کسی نے کسی طرح کبوتروں کا ایک جوڑا اڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسرے دن اقبال جب میرے ہاں آیا۔ تو کبوتروں کا یہ سفید جوڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے اس وقت تو اسے یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ میرے والد نے مجھے مول لے دیئے ہیں لیکن کچھ روز کے بعد جب اقبال کو اصل حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے ہمارے ساتھ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اور پورے دو مہینے ہمارے پاس نہ پھٹکا۔

"اقبال جب لندن سے واپس آئے، تو آپ سے اسی طرح ملے تھے جس طرح بچپن میں ملا کرتے تھے۔؟"

"ہاں بالکل اسی طرح، بلکہ اس سے بھی زیادہ تپاک سے۔ اسے کسی عزیز کی شادی پر سیالکوٹ آنا پڑا۔ میں ان دنوں بے روزگاری سے تنگ آ کر چنگی کے محکمہ میں چپراسی ہو گیا تھا۔ سیالکوٹ پہنچتے ہی اقبال نے میرے گھر کا رخ کیا۔ میں نوکری پر تھا۔ گھر سے پتہ معلوم کر کے وہ سیدھا میرے دفتر پہنچا اور مجھے دیکھتے ہی گلے لگا لیا۔ چنگی کے محکمہ کے کلرک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ اقبال تو اس وقت بھی بڑا آدمی تھا۔ لندن سے بیرسٹری کر کے آیا تھا۔ لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ وہ اتنا بڑا آدمی بن جائے گا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اقبال پھر مجھ سے ملنے آئے۔ اور بالکل بچوں کی طرح اصرار کر کے مجھ سے کہے۔ "وینو آو بچپن کی باتیں کریں۔ تمہیں یاد ہے نا۔ جب تم نے کبوتروں کا جوڑا چرایا تھا۔ تو میں نے کیا کہا تھا۔؟"

وینو نے یہ کہہ کر حقے کی نے منہ سے ہٹائی اور چارپائی پر دراز ہو گیا۔ اور میں اس سے رخصت ہو کر واپس آ گیا۔

●●●

(بقیہ: سلام علیکم)

اجتماعی تصور اور ملی رجحان پیدا ہو کوئی فرد اکیلا ہو کر اپنے آپ کو جماعت وملت سے جدا تصور نہ کرے۔

یہی السلام علیکم ذاتی رنجشوں، کدورتوں اور شکر رنجیوں کو دور کرنے کے لئے ایک کافی وافی نسخہ ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سوچ سمجھ کر مجھے کہیں کہ "تم پر سلامتی ہو" اور پھر بھی میرے خلاف آپ کے دل میں بدخواہی، دشمنی اور بغض وعناد باقی رہ جائے۔ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں کہ سلامتی کی دعا دے کر کوئی دوسرے پر حملہ کر سکتا ہو۔ اسی لئے داعی اسلام نے فرمایا "تم میں سے ہر آنے والا بیٹھے ہوئے کو، راہی ٹھہرے ہوئے کو اور سوار پیادہ کو سلام کرے۔ تم ایک دوسرے پر سلام میں سبقت کرو" اور تین دن تک کسی سے سلام کلام بند رکھنے کو لعنت اور جرم قرار دیا ہے۔

یہ ہے وہ سلام جو چھوٹے بڑے، امیر وغریب سرمایہ دار مزدور آقا وملازم کارخانہ دار اور کارکن، اخبار نویس اور اخبار فروش اور حاکم ومحکوم کی تمیز مٹانے کا تصور دیتا ہے۔ اور سب کو ایک سطح پر ایک دوسرے کے متعلق سوچنے اور مساویانہ سلوک کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی سوچ سمجھ کر کہے۔ "تم پر سلامتی ہو"۔

ورنہ یہی سلام ہمارے محاوروں میں اور ہمارے ادب میں جس طرح استعمال کیا گیا ہے وہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔

"دور سے سلام" یعنی ہم اس کے قریب نہ جائیں گے۔

"سات سلام" یعنی کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔

"آخری سلام" اس کے بعد پھر سلام کلام جاری نہ رہے گا۔

"اس کام کو ہمارا سلام" یہ کام ہمارے بس کا نہیں"۔

اور پھر خاص لکھنوی تہذیب کی یادگار وہ سلام کس قدر ہوش ربا ہے۔ جب غریب ماتحت کلرک کو صاحب کا چپراسی چپکے سے آ کر کہتا ہے۔ "صاحب سلام بولتے ہیں"۔ یعنی شامت آ گئی ہے۔ اندر سے بلاوا آیا ہے۔ بالکل گرفتاری کے وارنٹ کی طرح۔ لہذا ٹین بند کرو، سر پر ٹوپی رکھو۔ اور صاحب کے کمرہ میں چلو۔ ضرور اس سلام کے نتیجہ میں دو چار گھڑکیاں سنی ہوں گی۔

☆☆☆

اسپین میں مسلمانوں کی آخری یادگار

(جناب راہی صحرائی)

ابن احمر نے ۱۲۸ء میں ایک چھوٹی سی سلطنت غرناطہ میں قائم کی۔ اور اس حکومت کو اپنے خاندان میں موروثی بنا لیا۔ بنو احمر کے جانشین نہایت بہادر اور علم وکمالات کے دلدادہ تھے۔

انہوں نے اپنی جدوجہد اور بلند خیالوں سے غرناطہ کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا۔ عربوں کی حکومت کا یہ دور نہایت درخشاں اور کامیاب تھا۔

بنو احمر کے جانشینوں نے دو سو سال سے زائد مدت تک غرناطہ پر حکومت قائم کی۔ اور اس عرصہ بڑے بڑے علماء وفضلاء پیدا ہوئے۔ سلطنت غرناطہ کے حکمرانوں کا دربار صاحب کمالات لوگوں کا گہوارہ تھا۔ یہ بادشاہ نہ صرف علماء وفضلاء کے قدردان تھے۔ بلکہ خود علم وادب میں یکتائے زمانہ تھے۔

انہوں نے تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، ہیئت، طب، قانون اور موسیقی غرض یہ کہ جملہ علوم وفنون کی سرپرستی اور بقاء کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا۔

اس دور میں شعر وسخن کے چرچے بھی عام تھے۔ ہر کس وناکس خود کو علم وادب کی سرپرستی کے لئے وقف کر چکا تھا۔ بالخصوص تعلیمی درس گاہیں بے شمار موجود تھیں۔ مشہور ومعروف درس گاہ غرناطہ یونیورسٹی میں طلبا دور دور سے آتے اور تعلیم پاتے تھے۔

اس یونیورسٹی کا شمار اس دور میں دنیا بھر کی بہترین درس گاہوں میں ہوتا تھا۔ چونکہ بادشاہ خود سپاہیانہ اوصاف کے حامل تھے۔ اس لئے فوج کی تنظیم وتنسیق میں سرگرم وکوشاں رہتے۔

غرناطہ فتح کرنے کے بعد ابن احمر نے اپنی خاص رہائش کے لئے ایک عالیشان بلند وبالا اور وسیع وفراخ محل تعمیر کرایا جس کا نام "الحمراء" رکھا۔ اس کے بعد جانشینوں نے اسے اور مزین کیا۔ اور اس طرح اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیئے۔

یہ محل ایک پہاڑی کی اونچی سطح پر تعمیر ہونے کی وجہ سے گردونواح میں دور دور سے نظر آتا۔ اور اس کے فلک بوس مینار لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتے۔ درحقیقت یہ محل عربوں کے فن تعمیرات کا بہترین نمونہ ہے۔

"الحمراء" کی غیر معمولی وسعت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف اس کے ہال کے ایک سو اٹھائیس ستون تھے اور چالیس ہزار آدمی بیک وقت اس میں بخیر وخوبی رہائش رکھ سکتے تھے۔

شہزادوں اور بیگمات کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے مقرر تھے۔ محل میں بے شمار حمام موجود تھے۔ ستون اور محرابوں پر نہایت خوبصورت اور جاذب نظر بیلیں بنی ہوئی تھیں۔ جن پر بے حد صفائی سے نقش کاری کی گئی تھی الغرض محل کی ہر شے فن کا نادر ونایاب نمونہ تھی۔ فواروں کے اچھلتے ہوئے اور نہروں کے صاف وشفاف پانی سے آنکھوں کو طراوت اور سرور میسر آتا۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے سارا ایوان مہکا مہکا رہتا۔

محلات میں عود وعنبر سلگتا۔ خوشی کے نغمے بلند ہوتے عجیب مسرت وانبساط کا دور دورہ ہوتا۔ الحمراء کے محلات کیا تھے۔ گویا باغ ارم کا کوئی ٹکڑا تھا۔

شاہی محلات کے نزدیک ہی ایک عظیم الشان قلعہ تھا۔ جس کا شمار الحمراء کی عمارات میں ہوتا تھا۔ قلعہ میں شاہی فوجوں کی آسائش کا پورا پورا سامان موجود تھا۔ فوجوں کے نہایت آرام دہ محل کی طرز کی بارکیں بنی ہوئی تھیں۔

گھوڑ دوڑ کے میدان موجود تھے۔ فوجی کھیلوں کے لئے اس زمانہ کے کھیلوں کے مطابق علیحدہ علیحدہ سامان مہیا تھے۔ سیر وسیاحت کے لئے خوش نما باغ لگے ہوئے تھے۔ غرض یہ قلعہ "الحمراء" سے کسی طرح کم نہ تھا۔

ایک مؤرخ کا خیال ہے کہ یہ عمارت انسانوں کی نہیں، بلکہ جنات کی بنائی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں انسان سے اس قدر شان والے محلات تعمیر ہونے مشکل تھے۔ جس کی خوبصورتی کو بیان کرنے کے لئے کسی استاد فن کی ضرورت ہے۔

بزرگوں کی قدیم مثل مشہور ہے۔ "ہر کمالے راز والے" بعینہ دنیا کی ہر حسین شے کو آخر زوال ہے۔ سورج چاند اور ستاروں کے طلوع ہونے میں ہی ان کا غروب ہو جانا مضمر ہے۔ ہر پھول کے کھلنے کا یہ مطلب ہے کہ اسے مرجھا کر خاک نشین ہونا ہوگا۔ بالکل اسی کلیہ کے مطابق عرب بھی زیادہ عرصہ بام عروج پر جگمگا نہ سکے۔ ان کی ترقی کا آفتاب غروب ہو گیا۔ اور ساتھ ہی اندلس کے اس گلستان شگفتہ پر بھی موسم خزاں طاری ہو گیا۔ دراصل باہمی خانہ جنگیوں نے بالآخر انہیں نحیف وکمزور کر دیا اور ان کی پستی کا زمانہ آ پہنچا۔ عیسائی ایک ایک کر کے ہسپانیہ کی شہروں پر قابض ہونے لگے۔ عرب ان کے خلاف صف بستہ ہونے کی کوشش بھی کرتے لیکن باہمی بغض وعناد انہیں متحد نہ ہونے دیتا۔

تخت کے حق دار آپس میں کٹ مرے۔ بھائی کا خون بھائی کے لئے سفید ہوگیا۔ بیٹا باپ کے خلاف لڑنے پر آمادہ تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اکثر عرب شہزادے عیسائیوں کو پشت بنا کر لڑتے جو عیسائیوں کے لئے نادر موقعہ تھا۔ وہ عرصہ سے اس پھوٹ کے متمنی تھے۔ اور عربوں کا باہمی اتحاد اور سربلندی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ نہ صرف عربوں کے خلاف محاذ قائم کر کے جنگ وجدال کرتے۔ بلکہ لوگوں میں عرب دشمنی کا بیج بوتے اور بعد میں اسی ذاتی عناد نے صلیبی جنگ کا آغاز کیا۔

رفتہ رفتہ عیسائی غرناطہ کے تمام علاقہ پر قابض ہوگئے۔ انہوں نے وہ تمام وعدے گلدستہ طاق نسیاں کر دیئے جو عربوں سے کئے گئے تھے۔ مثلاً:

(الف) ہم تمہاری مساجد کی بے حرمتی نہ کریں گے اور عیسائیوں کو ان میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔

(ب) تمہارے مذہبی امور میں دخل اندازی نہ کی جائے۔

(ج) مسلمانوں کو یونیورسٹیوں میں داخلے کی عام اجازت ہوگی۔

(د) دربار میں انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جائے گا۔

مگر اقتدار پاتے ہی ان وحشیوں نے مسلمانوں کو عیسائی ہونے پر مجبور کیا۔ یہی نہیں بلکہ جب وہ اپنے مقاصد میں ناکام رہے اور مسلمانوں نے اپنا حق مذہب تبدیل نہ کیا تو انہیں ہسپانیہ کے شہروں سے بالجبر نکالا گیا۔ جائداد اور مکانات پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ اور ان کو ان کی زمینوں سے بے دخل کر دیا گیا۔ مساجد مسمار کر دیں۔ عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کو بے دریغ قتل کیا۔ ہزاروں نفوس کو بلا جرم زندہ جلادیا۔ یا دار پر لٹکا دیا غرض وہ سب کچھ کیا گیا جو انسانیت کے نام پر تاریخ عالم میں ایک بدنما سیاہ دھبہ ہے۔ اور رہتی دنیا تک رہے گا۔

اگر چہ اندلس کے یہ بدنصیب عرب جلاوطن کر دیئے گئے لیکن ان کے مٹ جانے کے بعد ہسپانیہ کی ترقی بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے معدوم ہوگئی۔ جن شہروں کو عربوں نے کمال جانفشانی سے بام عروج پر جلوہ فگن کیا تھا۔ آج ان پر ازلی وابدی تاریکی چھا چکی ہے۔ اہل ہسپانیہ خدائے ایزد متعال کی طرف سے قعر مذلت میں گرادیئے گئے۔ ان کی سرفرازی وسربلندی کو چاند کی طرح گہن لگ چکا ہے۔ جس نور شمع سے اندلس کا گوشہ گوشہ منور تھا۔ وہ شمع ہی گل ہوگئی تو پھر اجالا کیسا۔

اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھکو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

عیسائیوں عربوں کی تباہی پر خوش تھے۔ انہیں بے حد ناز وغرور تھا۔ عیسائی شاعروں نے عربوں کے اخراج پر خوشی ومسرت کے گیت گائے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہسپانیہ کا چراغ عربوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔

آج ہمیں ہسپانیہ میں ''الحمراء'' کے سوا مسلمانوں کی کوئی یادگار نہیں نظر آتی۔ زمانے کے ساتھ ساتھ جنت الارض کا یہ خطہ بھی تبدیل ہو چکا ہے۔ اکثر دیواروں کو گرادیا گیا ہے۔ مرمت نہ ہونے کی وجہ سے ہال شکستہ ہوگئے ہیں۔ ہونے کو تو یہ وہی عشرت کدہ ابن احمر ہے۔ مگر اب اس میں پہلی سی کوئی دل کشی باقی نہیں۔ اہل ذوق اصحاب انہیں دیکھ دیکھ کر روتے ہیں۔ جو اہل ہسپانیہ وہاں پہنچے ہیں کلیجہ پکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ اور ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوئے واپس آتے ہیں۔ بے شک دنیا کی ہر شے فانی ہے۔ جسے نمود ہے اسے عدم کی طرف ضرور لوٹنا ہے۔ باقی رہنے والی ذات ہے خداوند قدوس کی۔

●●●

غزل

☆ جناب قمر سنبھلی

رسم ہے اب یہی آپس میں مناقب رکھنا
وہ تمہیں میرؔ لکھیں تم انہیں غالبؔ لکھنا

ہم کہ مشہور رہے حرف صداقت کے لئے
وقت کا جبر نہ کاذب کو بھی کاذب لکھنا

اب قصیدے کے نئے وضع ہوئے ہیں آداب
شاہ جابر کو، مؤید کو مصاحب لکھنا

وہ چمن کو مرے تاراج کریں حق ان کو
جرم ٹھہرے مرا غاصب کو بھی غاصب لکھنا

شاعری میری ہے جس کے لئے پوچھے ہے وہی
اپنی غزلوں میں ہو تم کس سے مخاطب لکھنا

کر چکے نذر کئی تم کو سروں کی فصلیں
کس قدر ابھی اور ہے واجب لکھنا

شان میں اپنے قصیدے بھی وہی چاہتے ہیں
کان جن کا فقط اوروں کے معائب لکھنا

آبگینے پہ کسی کے نہ کہیں بال آجائے!
جب کبھی لکھنا قمر حرف مناسب لکھنا

سلام علیکم

(جناب منظور عالم نذر)

آپ دن میں کئی بار سلام کرتے اور سنتے ہوں گے۔ اس کے علاوہ سلام دیکھتے اور دکھاتے بھی ہوں گے۔ ''دیکھنے اور دکھانا'' کے الفاظ پر حیران نہ ہوں۔ بات سچی ہے اور عام آپ محسوس نہ کریں تو دوسری بات ہے۔ جب آپ سائیکل پر سوار مال روڈ پر تیزی سے گزرتے ہیں اور سامنے سے سوئے اتفاق کوئی بزرگ دوست، آشنا آچمکتا ہے۔ تو جھٹ ہینڈل سے داہنا ہاتھ اٹھا کر کندھوں کے متوازی آنکھوں کے سامنے ایسا لہراتے ہیں کہ کوئی بہترین رقاص ایسا لہرایہ پیدا نہ کرسکتا ہوگا۔ کالج میں اپنے پروفیسر کو سلام کر کے آپ نے اپنے سلام کا جواب ہاتھ اور سر کے اشارے سے ہی دیکھا ہوگا۔ سننے کی سعادت تو کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ کچھ سلام منہ سے کہے جاتے ہیں۔ کچھ اعضاء کے اشاروں سے اور جسم کی حرکت سے کئے جاتے ہیں اور کہیں سلام کے لئے زبان کے بول اور اعضاء کے اشارے دونوں ہی چلتے ہیں۔ اور پھر یہ اشارے کبھی ہاتھ سے کبھی پاؤں سے کبھی زبان سے اور کبھی محض سر کی جنبش سے کئے جاتے ہیں۔

قدیم زمانے میں سلام کی ادائیگی کے لئے سارے جسم کو حرکت دینی ضروری ہوتی تھی۔ فرعون ونمرود کا ذکر کیا وہ تو خدائی کے دعوے کرتے تھے۔ ہر بادشاہ سجدے کراتا تھا۔ یعنی ہاتھ، پاؤں، ناک، آنکھ اور سر پیشانی جیسی مقدس چیز زمین پر رکھ دی تا کہ رسم ''سلام'' ادا ہوجائے۔ رہا سلام دیکھنے اور کھانے کا قصہ تو قدیم وجدید سلاموں کے دور کے چار نمونہ ملاحظہ کر لیجئے اور آنکھوں سے دیکھے بغیر ذہن میں لے آیئے۔ کئی جاپانی قبائل سلام کے طور پر دائیں پاؤں کا جوتا، جو عام طور پر سلیپر نما ہوتا تھا۔ اتار کر ہاتھ میں تھام لیتے تھے۔ بھلا اگر کوئی ہمارے ہاں یہ حرکت کر بیٹھے تو عواقب ونتائج میں اس ''پاپوشی سلام'' کے عوض چندیا کے بال سفید ہوجائیں۔

اہل چین کا سلام ان سے بھی عجیب وغریب تھا۔ جوں ہی کسی بزرگ کو دیکھا زبان منہ سے باہر نکال لی۔ بلکہ جس قدر بڑا آدمی ہوا اور جس کو بڑا سلام کرنا مقصود ہوا، اتنی ہی زبان باہر کردی۔ اگر یہ بھلے مانس ہمارے ملک میں اس نیازمندی کا اظہار کرنے لگیں تو بس لینے کے دینے ہی پڑ جائیں اس لئے کہ ہمارے ہاں زبان باہر نکالنے کے معنی حیرت وتحیر کے اظہار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

چین اور جاپان کا ذکر تو دور کی بات ہے۔ خود اہل لکھنؤ اور مرحوم حیدر آباد کے ''فرشی سلام'' تو آپ نے خود ہی دیکھے ہوں گے۔ اور پہلی بار تو ''آپ ڈر ہی گئے ہوں گے۔ سبحان اللہ ایک تو پہلے ہی ڈیڑھ پسلی کا چھریرا بدن اور اس پر کمر دوتک جھک کر آداب بجا لانا، اس سے بھی بڑا آرٹ کمر کے خم کے ساتھ دائیں ہاتھ کی وہ حرکت ہے جس کی نقل ہم نے اور ہمارے پنجابی دوستوں نے کئی بار کرنے کی سعی کی۔ مگر بالکل ناکام رہی۔

برادران وطن کے سلام بھی ابھی آپ نہ بھولے ہوں گے۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر، نمستے کی عاجزانہ کورنش، کس قدر عاجزانہ اور انکسارانہ تھی یہ صورت، مگر خوددار مسلمان ہزار کوشش اور نقالی کے باوجود یہ سلام نہ کر سکے۔ کہ یہ انکساری ان کی فطرت سے بعید تھی۔ اور دست بستہ ہو کر جھکنا ان کے قومی خاصہ کے خلاف تھا۔ اس لئے دیندار لوگ فرشی سلام کو خلاف شرع کہتے ہیں کہ یہ رکوع سے مشابہ ہے اور ایک بندہ کے سامنے دوسرے بندہ کا اظہار عجز ونیاز بے جا ہے۔

مغل درباروں کے سلام کسی فلم میں دیکھ کر آپ مسکرا دیتے ہیں۔ جب درباری باادب باملاحظہ ہوشیار کی سریلی آواز پر خاص انداز سے رکوع نما آداب بجالاتے ہیں اور ہاتھ سینے پر رکھ کر ہدیہ نیازمندی پیش کرتے ہیں۔ تو آپ کو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ لیکن ذرا اپنے درباری سلام اور ''چل چلاؤ'' سلاموں کا جائزہ لیجئے، تو وہ ان سے بھی مضحکہ خیز ہیں۔

کبھی محض ہیٹ اتار کر اشاروں سے دوسرے کو ٹرخا دیا جاتا ہے۔ کبھی دو انگلیوں کے اشاروں سے سلام کی ادائیگی ہوجاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دایاں ہاتھ اونچا کر کے مقابل کو راضی کرنے کی سعی کی جاتی ہے اور افسر صاحب لوگ پورے سلام کے عوض اگر بہت ہی مہربان ہوتے۔ تو ذرا تھوتنی لٹکا کر اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل کر لیتے ہیں۔

فوجی سلاموں کی ادائیں ان شہری سلاموں سے بالکل ممتاز اور مختلف ہیں۔ مگر ان میں ایک حد تک ہم آہنگی اور مماثلت ضرور ہے۔ فوجی سلام کے لئے چستی کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو کر پاؤں جوڑ کر ایڑی سے آواز پیدا کرنا۔ پھر دائیں ہاتھ کو نہایت صفائی اور تیزی

کے ساتھ ٹھون کی صورت میں ماتھے کی طرف موڑنا ضروری ہے۔ ''خشکی کی فوج میں'' انگلیاں جڑی ہوئی دائیں آنکھ کی بھوں سے دو انگل اوپر رکھی جاتی ہیں۔ ''بحری فوج'' میں ہتھیلی پیشانی سے ذرا دور مخصوص ٹوپی کے متوازی رہتی ہے اور پوری ہتھیلی نصف پیشانی پر رکھ دیتے ہیں۔ جرمنوں کا ''قازی سلام'' ہمارے فوجیوں سے یکسر مختلف تھا۔ یعنی جسم کے بالائی حصہ کو قدرے آگے کو خم دے کر ہاتھ سیدھا آگے کو نکال دینا۔

فوجی سلام یہیں ختم نہیں ہو جاتے۔ بلکہ پریڈ کے سلام، سلامی لینے کے سلام، سلامی دینے کے سلام ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ پھر چلتے پھرتے سلامی دینے کے طریقے، ٹریفک ڈیوٹی پر، گارڈ ڈیوٹی پر سلام کرنے کا طریقہ بھی نئے انداز کا ہے۔ غرض ''ہزار نکتہ باریک تر ز مواہیں جاست''

ذرا ہے کہ عملاً دیکھنے دکھانے کے سلام ان صفحات پر دیکھ دیکھ کر اکتا نہ جائیں۔ اس لئے اب ہم ''شنیدنی'' سلاموں کی طرف آتے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہی ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

ہندو بھائیوں کے سلاموں میں اول سے آخر تک اردو، پنجابی زبان میں سول یا خالص سنسکرت کی مہاتمائی زبان میں امر اظہار عاجزی وانکساری ہے۔ مثلاً آداب عرض، بندگی، نمستے، نمسکار میں عاجزی واطاعت کرتا ہوں،

یوں تو ہندو اپنے بڑوں کو سلام کرتے ہوئے ہاتھ جوڑنا اور گھٹنوں کو ہاتھ لگانا، ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور غالباً انہیں کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بھی پیروں اور مرشدوں کے گھٹنوں کو ہاتھ لگانا ایک مریدانہ شان بن گئی ہے۔ ذرا خیال کیجئے اگر نمستے اور پیریں پیتا (یعنی میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں) پر وہ عمل بھی شروع کر دیں تو حکومت کو ٹریفک کے کیا کیا انتظامات کرنے پڑیں۔ اور کون کون سے قواعد وضع کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ ورنہ بحالات موجودہ یوں ہو کہ جوں ہی مہاشہ خوش حال چند کو پتا جی نظر آئیں اور مہاشہ ''پیریں پیتنا'' کہتے ہوئے پاؤں پڑ جائیں۔ پیچھے سے کوئی سائیکل نو آموز ان پر سائیکل سمیت سوار ہو جائے اور ابھی وہ سنبھلنے نہ پائیں کہ اوپر سے پنڈت جی کا تانگہ آ ٹکرائے۔ اور پھر یہ سلام مردوں ہی کا نہیں۔ دیویوں کا بھی یہی شعار ہے۔ شکر ہے کہ ان کو اپنے قول پر عمل کی توفیق نہ ہوئی۔ ورنہ خواہ مخواہ کتنے جھگڑے اور فساد اسی سلام سے کھڑے ہو جایا کرتے۔

سکھ سرداروں کا سلام ایک حد تک باوقار ہے ان کی تہذیب بگڑی، مذہب بدلا، انفرادی مہم کج ہوا اور شعور ملی بدل گیا۔ لیکن سلام حال موحدانہ ہے۔ ''واگورو کی جے'' میں ایک شان ہے اور پھر ست سری اکال اپنے اندر خالص توحید اور معرفت کی دنیا پوشیدہ رکھتا ہے۔ یعنی ''سچا ہے خدائے لم یزل'' برابر وحشت وبربریت کا کہ اس نے اس قدر پر حقیقت پیام صدق کو جنگ کا پیام بنا دیا۔

درندگی اور وحشت بھرے سلاموں سے ہٹ کو خوش آئند انگریزی سلاموں پر بھی غور فرمائیں جن کو فرنگ زدہ مشرقیوں نے بھی بکمال خوشی اپنا لیا ہے۔

Good Morning.

Good evening.

Good Night.

Good Bye.

یعنی صبح بخیر، شام بخیر، شب بخیر اور الوداع مبارک۔ یہ ہیں صبح وشام اور دن رات کے سلام۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ ان سلاموں کی تہہ میں انگریز قوم کی شگون پرستی اور توہم پرستی اور توہم پسند طبیعت کا عمل دخل ہے کہ انہوں نے صبح کو ''صبح بخیر'' اس لئے کہا کہ یہ فال نیک بن جائے۔ اس امر پر بھی غور فرمائیں کہ ان میں اکثر ادھورے اور نامکمل لفظ ہیں۔ ''الوداع مبارک'' کے الفاظ میں جدائی کے بعد کی زندگی کے لئے کوئی دعا نہیں۔ صبح بخیر کہتے ہیں ہوئے شام کی خیریت سے سروکار نہیں اور ''شام بخیر'' میں صبح کی فکر نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ میاں دن میں اچھے رہو یا برے صحت مند ہو یا بیمار، مصیبت میں دن کاٹو یا راحت میں ہمیں اس سے کیا ہماری دعا تو بس یہ ہے کہ رات خیریت سے گزرے۔

ان سب سے نرالا ایک سلام ہے۔ جسے ''السلام علیکم'' کے الفاظ سے دوہرایا جاتا ہے۔ یعنی ''تم پر سلامتی ہو'' اور جواب میں کہا جاتا ہے ''وعلیکم السلام'' اور ''تم پر سلامتی ہو'' بلکہ ساتھ میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یعنی ''اللہ کی رحمت وبرکت'' گو السلام علیکم بھی سلاموں میں ایک سلام ہے لیکن مطلب کا ایک سمندر بے پایاں لئے ہوئے حقائق کی ایک دنیا چند لفظوں میں بسائے ہوئے۔

یہاں کسی کے سامنے ادب کے لئے جھکنے پاؤں پڑنے یا عاجزی کا سوال نہیں۔ بلکہ صحت وبرکت اور رحمت وسلامتی کی دعا ہے۔ جو محدود وقت یا محدود زمانے کے لئے نہیں۔ بلکہ ہر آن اور ہر حال کے لئے ہے۔ اور زندگی کے جملہ امور اور ہر نشیب وفراز کے لئے جامع ہے۔ ''تم پر سلامتی ہو۔''

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مخاطب ایک ہو یا چند۔ سلام میں خطاب جماعت سے (بصیغۂ جمع) ہے۔ تاکہ انفرادی زندگی اور محض فرد کی ترقی کا سوال درمیان سے اٹھ جائے۔

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

طنز و مزاح

دور جدید میں پردہ اور خواتین

جناب حسن نور

پردہ پر کچھ لکھنا گویا پردہ دری کرنا ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ اس کا عنوان پردہ دری ہونا چاہئے تھے۔ مگر انیس نے آبگینوں کو ٹھیس لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے پردہ ہی مناسب ہے۔ اسلامی معاشرہ میں پردہ ایسا ہی ہے جیسے ہلالی پرچم، سبز رنگ منارہ اور گنبد ہیں جن سے وہ بیک نظر پہچان لیا جاتا ہے۔

خدا بخشے آزاد کو انہوں نے آب حیات میں روایت فرمائی ہے کہ انشاء کے گھرانے میں عورتوں کے کپڑے عورتیں دھوتی تھیں اور بعد مرنے کے یہ کپڑے جلا دئے جاتے تھے اردو ادب کا جائزہ آپ لیں تو سوائے مثنوی شعلہ عشق، نیرنگ خیال ونذیر احمد کی بدر منیر ومیر اثر کی خواب خیال، شوق کی تینوں مثنویاں پھر ریختی نے پردہ کو تار تار کر دیا۔

اول تو لڑکیوں کو تعلیم نہیں دیتے تھے یا پھر پڑھنا سکھاتے تھے، لکھنا نہیں، لڑکی کی تربیت نہایت سخت ہوتی، امور خانہ میں کامل اب زمانہ آیا ہے۔ بے حجابی کا عام دیدار یار ہے۔ افسانوں، ناولوں کا دور ہے۔

مرادانہ سے زیادہ زنانے میں دھوم ہے

اب انٹی پردہ لیگ کا زنانے ہے۔ فلم کمپنیوں کو ایکٹریس خوب ہاتھ آ رہی ہیں، ڈاکٹروں کی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پولیس کے لئے کام بڑھ رہا ہے۔ مخلوط تعلیم یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کو خلط ملط کیا جا رہا ہے۔

خیر آمدم بر سر مطلب پردہ کی کئی قسمیں ہیں۔ اول پردۂ قدامت یعنی گھر کی چار دیواری میں بند رہنا، چپکے چپکے جینا، اور چپکے چپکے مر جانا نماز کا سلام اس طرح پھرنا ''السلام علیک یا ننھے کے ابا'' مگر اب یہ پردہ انشاء اللہ کتابوں میں باقی رہ جائے گا۔

بقیہ اقسام قابل تحریر نہیں بلکہ قابل دید ہیں۔ اول یہ کہ ماتھے پر ٹیکا لگا لیا گویا پردہ ہو گیا کہ مسلمان ہیں کون سمجھے گا دوسری قسم بقول فانی:

دیکھنے کو پردہ ہے تماشائی کا

غیروں سے بے پردگی اور اپنوں سے پردہ یعنی قسمت ہمارے ساتھ ہے۔ جلنے والے جلا کریں۔ سنا ہے کہ مرزا داغ کو بھی اسی قسم کا حادثہ پیش آ گیا تھا۔ شاعر نے اس لئے شعر کہہ دیا:

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

یا پھر مسلمانوں سے پردہ غیر مسلموں سے پردہ جیسا کہ ماروا ڑیوں وغیرہ کا رواج ہے۔ جہاں سیٹھ جی قسم کا آدمی نظر آیا، ہاتھ بھر کا گھونگٹ نکلا۔

اشتہاری پردہ: اس پردہ کا مطلب دراصل دوسروں کو بتانا ہوتا ہے کہ اے بے حیا بے شرم دیکھ پردہ دار ہم ہیں۔ ہم برقعہ میں ہیں اور پھر بھی تو ہٹتا نہیں ہے۔ مجھکو ہم سے پردہ کرنا چاہیے۔ مثلاً آپ گلی کے نکڑ پر کھڑے ہیں تو آپ سے کہا جائے گا مستورات آ رہی ہیں ہٹ جایئے۔ اس جملہ کی تشریح قبل کی سطر میں ہے۔ کہیں گی وہ جو آپ کی نانی کی ہم عمر ہو۔ اب آپ پر گویا کرفیو لگ چکا ہے۔ اگر نہیں ہٹے تو سخن گسترانہ بات آ جائے گی اور آپ کو پھر ایک قطعہ معذرت لکھنا ہوگا۔

نمائشی پردہ: کسی شارع عام پر، سنیما باغ یا نمائش گاہ میں کھڑے ہوں تو مختلف چہرے اوٹوں سے جھانکتے نظر آئیں گے وہ تو سب کو اچھی طرح دیکھ لیں گے۔ مستقل مزاج حضرات بھی تلافی مافات کر لیں گے۔

کہیں سے سریلی آواز فردوس گوش کا سامان مہیا کر رہی ہے، کہیں سے جنت نگاہ کا مزا آ رہا ہے۔ ادھر تانک جھانک ہو رہی ہے۔ ادھر کسی نے پڑھ دیا۔

مسکرا کر اس نے چلمن ڈال دی
دیکھنے والوں نے گردن ڈال دی

''ڈال دی'' پر سرخ روئی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

یہ سب اسلئے ہوتا ہے کہ پردہ ہے۔ اب وہ دن نہیں کہ شاعر ٹکٹکی باندھے جلوہ یار کے لئے اندھے ہو جائیں بلکہ زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار ہے

پڑوسن کا پردہ: اگر آپ کسی کے پڑوسی ہیں تو ظاہر ہے آپ کی سامعہ نوازی کے لئے پاٹ دار آواز ہے۔ بچوں کی آوازوں سے زیادہ تیز اور بلند آواز ہوگی سمجھئے کہ خاتون خانہ ہیں۔

سفری پردہ: وہ پردہ جو باہر نکلتے وقت ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی بزرگ خاندان ساتھ ہوتے ہیں۔ سیر وتفریح کے موقعہ پر پردہ کو جس کے معنی برقعہ کے رہ گئے ہیں۔ یعنی وہ چالیس گرہ کپڑا جس کی قسمت میں برقعہ ہونا لکھا تھا۔ آزاد کر دیا جاتا ہے۔

اسکولی (مکتبی) پردہ: وہ پردہ جو اسکول اور کالج کی طالبات بجگم سرپرست بجالاتی ہیں۔ یہ رومانی پردہ ہے جملہ بیان شدہ اقسام پردوں کا یہ اجمال ہوتا ہے۔

جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔ اول وہ طالبات جو پردہ نہیں کرتی ہیں مگر مجبوراً کالج کی پردہ دار بس میں آتی ہیں۔ دوم جو صرف کالج میں پردہ کرتی ہیں۔ بقیہ اوقاف بے نیاز۔ جامعہ عثمانیہ میں اونچی کلاسیں خلط ملط ہوتی تھیں وہاں بھی پردہ کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔ (اب معلوم نہیں) وہاں صاحبات ذوق جگر کے ترنم میں غزلیں گاتی تھیں۔

بقول اکبر عقل پر دوں کی پڑ گیا۔ اور اب زمانہ اور مہذب ہوتا جارہا ہے۔ بقول شاعر:

دور تہذیب میں دور ہوا پریوں کا نقاب
ہم بھی اب چاک گریباں کو سیئے لیتے ہیں

•••

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44,Haji Building, S.V.Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Tel:3460220,3468708

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

حضرت داتا گنج بخش کے زریں اقوال

۱۔ علم سے بے پرواہی کرنا کفر ہے۔

۲۔ خدا کے راستہ پر چلنے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔

۳۔ محبت حال ہے اور حال کبھی قابل نہیں ہوتا۔ یعنی اگر محبت زبردستی کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ عطائے الٰہی ہے۔ یہاں زور وزر کا کام نہیں۔

۴۔ پیغمبروں کی بزرگی اور رتبہ صرف معجزوں ہی سے نہیں بلکہ عصمت کی صفائی پر ہے۔

۵۔ سب نبی ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں کوئی ولی نبی نہیں بن سکتا۔

۶۔ اپنے سے غائب ہونا حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری سے اپنی غیبت۔

۷۔ عارف عالم ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہوتا ہے۔

۸۔ انسان کے لئے سب سے مشکل چیز خدا کی پہچان ہے۔

۹۔ مشاہدہ مردوں کا بیان ہے اور مجاہدہ لڑکوں کا کھیل ہے۔

۱۰۔ بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر کریں۔ کیونکہ ان کے گناہ بہت کم ہیں۔ اور نوجوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کا احترام کریں۔ کیونکہ وہ ان سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔

۱۱۔ غذا کے بغیرہ چارہ نہیں۔ کیونکہ کھانے پینے کے بغیر طبیعت برقرار نہیں رہ سکتی۔ لیکن مروت کی شرط یہ ہے کہ حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔

۱۲۔ مجرموں کو چاہیے کہ وہ ناشائستہ اوامر سے اپنی آنکھ کو بچائیں اور جو چیزوں دیکھنے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ دیکھیں اور جو سوچنے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ سوچیں۔

۱۳۔ فقیر کو مناسب ہے کہ بادشاہوں کی ملاقات کو سانپ اور اژدہے کی ملاقات کے برابر سمجھے۔ بشرطیکہ یہ ملاقات اپنے نفس کے لئے ہو۔

۱۴۔ خواہ کافروں کی ٹوپی سر پر رکھ لیکن سچا فقیر بن۔

۱۵۔ فقیر کی معرفت کے لئے دنیا کی سیر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

۱۶۔ پروانہ ہمیشہ شمع پر ہی جلتا ہے۔ پس اگر پروانہ کی جان بھی اسی شمع حقیقت کے غم میں جل مرے تو بڑی بات نہیں ہے۔

۱۷۔ آنکھوں سے پانی بہا اور خوشی تھوڑی کر۔

۱۸۔ تحفہ ہدیہ میں جو چیز بے طلب ملے اسے رد نہ کر۔

۱۹۔ اگر کسی کی ایک کھجور بھی تیرے ذمہ نکلتی ہے تو اس سے سبکدوشی حاصل کر۔

۲۰۔ ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ تفاسیر وقرآن شریف میں آیا ہے۔

۲۱۔ اگر تم ہفت ہزاری بھی ہو جاؤ تو کیا بنے گا۔

۲۲۔ سچ جانو تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو پھر اس پر تکبر ونخوت سے کیا حاصل۔

۲۳۔ بیگانوں کا حق اپنے پاس نہ رکھ۔

۲۴۔ مال کی محبت کو عذاب سمجھ کر فاقہ کشوں اور مستحقوں پر لٹا تا رہ اور یہ سب کچھ اس دن سے پہلے کر جبکہ قبر میں تجھے کیڑے کھا جائیں گے۔

۲۵۔ جہاں بے عزتی ہو وہاں نہ جا۔

۲۶۔ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔

۱۔	گناہوں کو توبہ
۲۔	رزق کو جھوٹ
۳۔	بلاؤں کو صدمہ
۴۔	عمر کو غم
۵۔	عقل کو غصہ
۶۔	سخاوت کو پشیمانی
۷۔	نیک اعمال کو غیبت
۸۔	علم کو تکبر
۹۔	بدی کو نیکی
۱۰۔	ظلم کو عدل

(ماخوذ)

❖❖❖

محترم حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اور ہم سب کو رمضان المبارک کی برکات سے مستفیض فرمائیں۔ آمین!

حسب معمول سابق رمضان کی بابرکت ساعات میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ وممتحنین آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں، جمیع اصحاب خیر سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ، اپنے صدقات اور عطیات سے اپنے ادارہ کا بھرپور تعاون فرمائیں۔

بلحاظ شہر وعلاقہ اساتذہ حضرات کی فہرست درج ذیل ہے۔

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی
ناظر شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسماء گرامی	عہدہ	علاقہ
۱	جناب مولانا شمس الحق ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	سرپرست ممبئی
۲	جناب قاری فضل الرحمن ندوی صاحب	استاذ شعبہ حفظ	ممبئی
۳	جناب مولانا عبدالشکور ندوی صاحب	معتمد دارالعلوم سکلوری	ممبئی
۴	جناب حافظ عبدالواسع صاحب	تاذ شعبہ حفظ	ممبئی سایان وں
۵	جناب محمد اسمٰعیل ندوی صاحب	استاذ معہد فی بوصدیق	ممبئی
۶	جناب مولانا محمد اسلم مظاہری صاحب	استاذ دارالعلوم	مدراس وہبے واڑہ
۷	جناب مولوی محمد افیس ندوی صاحب	استاذ معہد دارالعلوم	جنگل شیموگہ (کرناٹک)
۸	جناب مولوی محمد عارف ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	بنگلور
۹	جناب زبیر احسن صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم	بنگلور
۱۰	جناب حافظ ظلہ الحسن ندوی صاحب	صدر شعبہ حفظ	صورت (گجرات) دامولیہ
۱۱	جناب حافظ محمد عقیل صاحب	استاذ شعبہ حفظ	حیدرآباد
۱۲	جناب مولوی سید عبدالرحمٰن صاحب	محرر دارالعلوم	نظام آباد
۱۳	جناب حافظ محمد ہاشم قاسمی صاحب	استاذ شعبہ حفظ	جالنہ پونہ (احمد نگر، اورنگ آباد)
۱۴	جناب مولانا عبدالقادر شہرانی ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	چمن پالن پور (بنارس)
۱۵	جناب مولانا محمد شمیم ندوی صاحب	استاذ معہد دارالعلوم	چمن دیہان پور (بنارس)
۱۶	جناب قاری عبداللہ خاں ندوی صاحب	استاذ شعبہ قرأت	دہلی
۱۷	جناب مولوی محمد خالد ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	دہلی
۱۸	جناب مولانا محمد مستقیم ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	لکھنؤ
۱۹	جناب مولوی محمد اکرام الدین صاحب	محصل شعبہ	لکھنؤ
۲۰	جناب مولوی ساجد علی ندوی صاحب	محرر دارالقضاء	لکھنؤ
۲۱	جناب مولوی جواد الحسن ندوی صاحب	استاذ مکتب مدرسہ الاصلاح	بلرام پور، اعظم گڑھ

نمبر شمار	اسماء گرامی	عہدہ	علاقہ
۲۲	جناب اسم اللہ خاں صاحب	ناظم مطبع معہد	گونڈہ (یوپی) بہرائچ
۲۳	جناب مولوی محمد دین ندوی صاحب	استاذ مکتب	مرشد آباد، مالدہ (بنگال)
۲۴	جناب مولوی شفیق الرحمن ندوی صاحب	استاذ مکتب	الہ آباد
۲۵	جناب مولانا شکور اسلام ندوی صاحب	استاذ دارالعلوم	بلرام پور
۲۶	جناب مولوی محمد اسحٰق ندوی صاحب	رکن دارالشوریٰ	بلرام پور
۲۷	جناب مولوی محمد نسیم صاحب	استاذ مکتب حفظ	کانپور
۲۸	جناب مولوی ناصر الدین ندوی صاحب	استاذ مکتب حفظ	سندیلہ، لکھنؤ (یوپی)
۲۹	جناب مولانا حبیب اللہ قاسمی صاحب	محصل شعبہ	الہ آباد، اعظم گڑھ
۳۰	جناب مولانا اشرف الدین ندوی صاحب	محصل شعبہ	بارہ بنکی، بلرام پور، بہرائچ، گونڈہ
۳۱	جناب مولانا ابوالقاسم قاسمی صاحب	محصل شعبہ	بارہ بنکی، سلطان پور، بہرائچ
۳۲	جناب حافظ عبدالمعین نظامی صاحب	محصل شعبہ	بیتیا، پورنیا
۳۳	جناب قاری رحیم اللہ صاحب	محصل شعبہ	مرادآباد، بریلی، رامپور، بدایوں
۳۴	جناب مولانا عبدالرحمٰن الحق قاسمی	محصل شعبہ	اعظم گڑھ، بستی
۳۵	جناب مولوی محمد نعمان قاسمی صاحب	محصل شعبہ	الہ آباد، بارہ بنکی
۳۶	جناب مولوی عبدالحلیم ندوی صاحب	محصل شعبہ	گونڈہ، بلرام پور
۳۷	جناب مولوی نجم الدین صاحب	استاذ مکتب	بلرام پور
۳۸	جناب مولوی محمد ثاقب صاحب	محرر دارالعلوم	بلرام پور
۳۹	جناب قاری وامد الدین صاحب	شعبہ حفظ	بلرام پور
۴۰	حافظ یٰسین احمد صاحب	استاذ مکتب	بلرام پور
۴۱	جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب	استاذ مکتب	بلرام پور

امین الدین شجاع الدین

تحریک اخوان کی مادر مشفق

(۱۹۱۷ء) سیدہ زینب الغزالی الجبیلی (۲۰۰۵ء)

ع عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان جنگ میں دفاع کرنے والی صحابیہ حضرت نسیبہ بنت کعبؓ کو اپنا آئیڈیل قرار دینے والی معروف اسلامی اسکالر، مصنفہ، مبلغہ، بیدار مغز و جری خاتون زندگی کی گذرگاہوں میں عزیمت و سعادت کی قندیلیں روشن کر کے ۳؍اگست ۲۰۰۵ء کو اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۸۸؍برس کی بہاریں دیکھیں اور زندگی کے خزاں کو بہار سے بدلنے کی خاطر اسلامی نظام کے نفاذ اور اسلامی حکومت کے قیام کی صدائیں بھی لگائیں اور اس کے لئے کوشاں بھی رہیں۔ ۲؍جنوری ۱۹۱۷ء کو ایک غریب کاشتکار لیکن غیرت مند دین دار باپ کے ہاں مصر کے ایک قصبہ میت عمر میں آنکھیں کھولیں ایک خاتون ہونے کے باوجود ان کی زندگی نہایت ابتلاء و آزمائش کی حقیقی داستان ہے قدرت نے ان کو جس غیر معمولی قوت ارادی اور عزم مصمم سے مالا مال کیا تھا اس نے قرن اول کی خواتین کی یادیں تازہ کر دی تھیں جس کی ایک جھلک ان کی سوانح ایام من حیاتی (اردو ترجمہ: زنداں کے شب و روز اور خلیل حامدی کا ترجمہ روداد قفس) میں پڑھنے کو ملتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا بلحاظ نسب ان کو حضرت عمرؓ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے نسبت جو تھی!!

قدرت نے انہیں اعلاء کلمۃ الحق کے جذبہ سے سرشار کیا تھا، وہ اسلامی خطوط پر خواتین کی تربیت و تنظیم کی خواہاں تھیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے ۱۹۳۶ء میں (جبکہ ان کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی) "جمعیۃ السیدات المسلمات" کی بنیاد ڈالی اور اس کے مقاصد کے اشاعت کے لئے سیدات مسلمات کے نام سے ایک مجلہ بھی جاری کیا، یہ کام اس لئے بھی ضروری تھا کہ حقوق نسواں کے نام پر روشن خیال طبقہ بھی سرگرم تھا جبکہ سیدہ زینب الغزالی چاہتی تھیں کہ اسلامی قدروں کے ساتھ خواتین کے حقوق کا تحفظ ہو۔

مصر کی اخوان المسلمون کی تحریک سے متاثر ہونا زینب الغزالی کے لئے ایک فطری بات تھی، یہ ایک انقلابی تحریک تھی جس کی زینب الغزالی نے بھرپور تائید کی، ۱۹۵۲ء میں جب اخوان المسلمون کے ارکان نہایت سفاکی سے شہید کئے گئے تو اس دور ابتلاء میں سیدہ زینب الغزالی نے اخوان کے گھرانوں کی مدد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ۱۹۶۶ء میں اخوان المسلمون پر ایک بار پھر ابتلاء کا دور آیا اور ۲۰؍اگست ۱۹۶۵ء کو زینب الغزالی کو بھی بغاوت کے فرد جرم کے تحت اپنے حامیوں سمیت جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، زنداں میں ان کے یہ چھ سال نہایت آزمائش کے تھے لیکن اس خاتون نے عزیمت کا ثبوت دیا ناصر کے انتقال کے بعد ۹؍اگست ۱۹۷۱ء کو انہیں جیل سے رہائی ملی۔

کرہ ارض پر حقیقی معنوں میں ایک اسلامی حکومت کا قیام ان کا مقصد حیات تھا اور اسلام نے عورتوں کو جو مرتبہ و منصب عطا کیا ہے۔ وہ اس کی پرزور وکیل اور مبلغ رہیں اول الذکر مقصد کی خاطر انہوں نے زبان و قلم سے بھی کام لیا اور اسیری کی داستان بھی رقم کی حالانکہ ترغیب و ترہیب دونوں ہتھکنڈے استعمال کئے گئے تاکہ سیدہ زینب الغزالی اس سے باز آجائیں لیکن انہوں نے ایک خاتون ہونے کے باوجود صعوبتیں برداشت کیں اور باطل سے سمجھوتہ نہیں کیا۔

اللہ نے سیدہ زینب الغزالی الجبیلی سے دعوت و عزیمت کی وہ مثال قائم کروائی جو قرن اول کی خواتین اسلام کی نہ صرف یاد تازہ کرتی ہے بلکہ اس دور کی خواتین اسلام کو اپنا دینی فریضہ بھی یاد دلاتی ہیں خواتین سے متعلق ان کے اسلامی افکار اور وہ جن اقدار کی تبلیغ کرتی تھیں ضرورت ہے کہ طبقہ نسواں اسے سمجھے اور سمجھائے کہ اسلام کے خلاف آج ایک باطل و بے بنیاد پروپیگنڈہ حقوق نسواں کی پامالی کا بھی کیا جارہا ہے، رہے ان کے جہادی کارنامے، تو یہ انہیں کے بس کی بات ہے جنہیں اللہ توفیق بخشے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Mob. 9415090544, Shop : 2627446, Res. : 2254796 ------(پروپرائٹر : ولی اللہ)------

WALI ULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
ولی اللہ جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 226 018

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ شمامۃ العنبر
☆عطر گلاب ☆روح خس ☆عطر موتیا ☆عطر حنا ☆عطر گل ☆عطر کیوڑہ
☆اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں فون: 234445
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر، قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر (پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج

کلونجی تیل
اصلی تیل کی پہچان، مورکا نشان۔ کلونجی تیل دیگر پروڈکٹس سے ینسر، شوگر، بلڈ پریشر، پیٹ کے جملہ امراض، جوڑوں کے درد وغیرہ کے مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔
سپر اسٹاکسٹ
حرمین ٹریڈرس
مسجد مرکز، پکچر ی روڈ، امین آباد لکھنؤ
موبائل 9415750289 فون 0522-2617956
دوکاندار، یو پی اضلاع میں ایجنسی کیلئے رابطہ کریں۔

IZHARSON PERFUMERS
Phone : 0522-2255257
اظہارسن پرفیومرس
لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دکان
ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں
اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ ۳
تیار کردہ
Izharson Perfumers
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-226003
E-mail izharsonperfumers @yahoo.com

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.
Phone : 2618636, 2258506
Mobile : 9415001207

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیج ہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S)2616946, (R)2627443